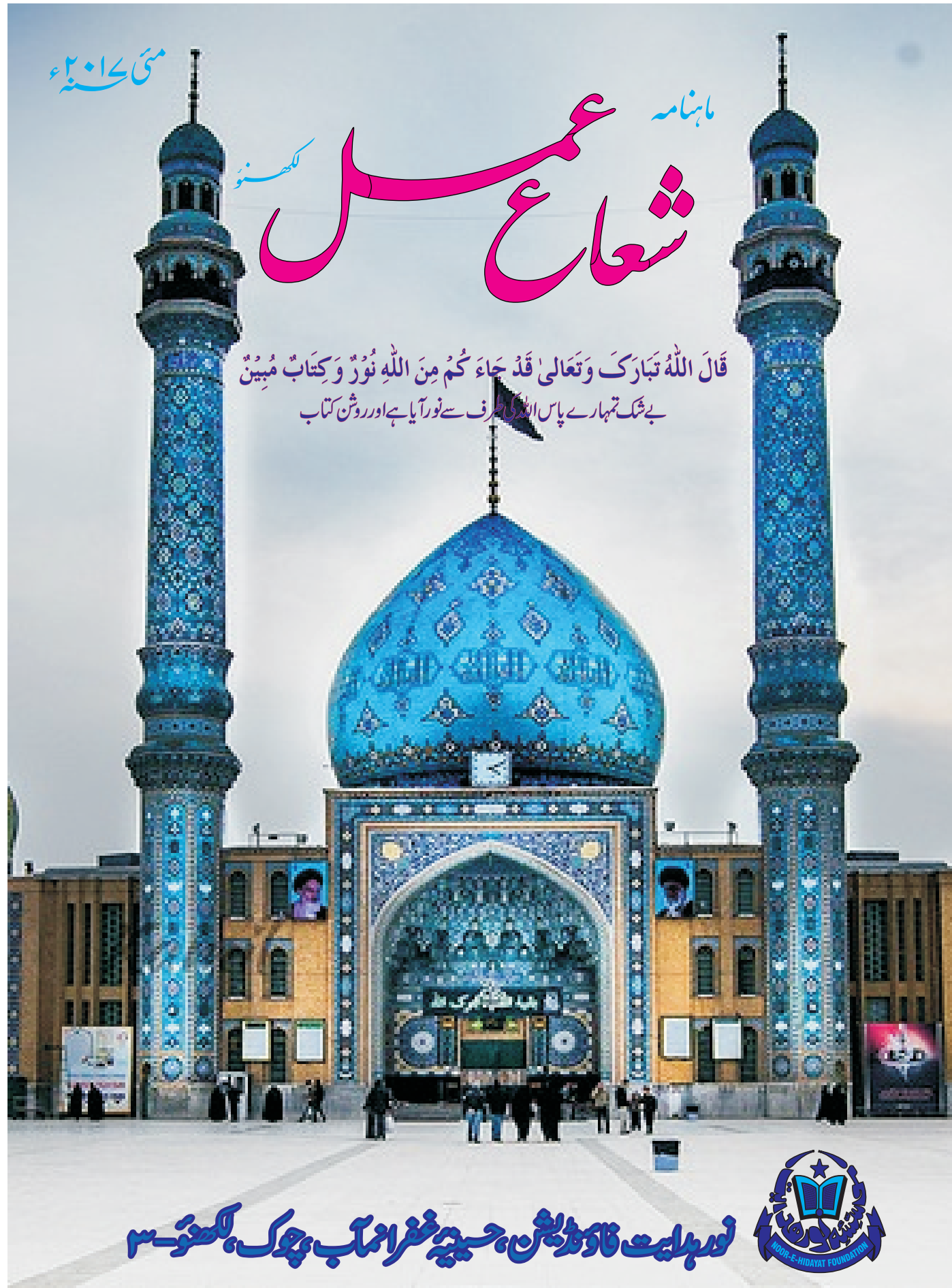




R.N.I NO. UPBIL/2004/13526

Postal Regd. No. SSP/LW/NP-75/2017-19 Dispatch Date: 2 & 6 of Every Month

Annual Rs. 200/-

May 2017

Per Copy- Rs.25/-

# شुآ-ع-امل

हिन्दी, उर्दू मासिक पत्रिका लखनऊ



ممتاز العلماء فخر المدرسين آية الله العظمى سيد محمد تقی نقوی جنت مآب

ولادت ۱۶ جمادی الاول ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۹ء وفات شب قدر ۲۳ رمضان ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء

Lucknow



**NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION**

Imambara Ghufraan Maab, Chowk, Lucknow-3 (U.P.) INDIA, Ph.:0522-2252230

Per Copy 25/-  
Annual 200/-

# نور ہدایت فاؤنڈیشن کا اسلامی، علمی اور تحقیقی

## شعاع عمل

ماہنامہ

لکھنؤ

مئی ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

قائد ملت حجة الاسلام والمسلمین

مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ (امام جمعہ لکھنؤ)

عزت مآب نواب رضا صاحب، بھوپال

سید مصطفیٰ حسین نقوی 'اسیف جانی'

قائم مہدی نقوی تہذیب نگردی  
آصف عباس نوگانوئی، عمران آغا

ترسیل زر کا پتہ

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ-۳

Phone No: 0522-2252230

Mobaile No: 08736009814 -09335996808

پبلشر- پرنٹر، سید مصطفیٰ حسین نقوی نے مالک ایس۔ کلب جواد نقوی کے لئے نظامی پریس و کٹوریہ اسٹریٹ، پوزٹ حسین مارکیٹ چوک لکھنؤ (یو۔ پی)  
سے چھپوا کر نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک لکھنؤ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: سید مصطفیٰ حسین نقوی



جلد ۱۳  
شمارہ ۱۱

قیام مؤسسہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۱۳ء

اجراء جدیدہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ / جولائی ۲۰۱۴ء

نگراں: م۔ ر۔ عابد گولہ گنج، لکھنؤ

مجلس مشاورت

- پروفیسر علامہ علی محمد نقوی، علی گڑھ
- دکتر مہدی خواجہ چیری، ایران
- مولانا حسن ظفر نقوی، کراچی
- کمپین سکندر رضوی، لکھنؤ
- پروفیسر سید حسین مال الدین اکبر، الہ آباد
- سید احمد عباس نقوی، ممبئی
- شاعر اہل بیت رضا سوسوی
- سید سیف تقی نقوی، دہلی
- محمد عالم صاحب، حسین آباد، لکھنؤ



# فہرست مضامین

(مئی ۲۰۱۷ء / شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ)

| نمبر شمار | مضمون                                  | مضمون نگار                                          | صفحہ |
|-----------|----------------------------------------|-----------------------------------------------------|------|
| ۱         | (اداریہ)                               | م۔ر۔عابد                                            | ۵    |
| ۲         | اثبات پردہ (قسط۔۴)                     | آیت اللہ العظمی سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی | ۶    |
| ۳         | مقتل الحسین سریشی                      | علامہ سید مجتبیٰ حسن کامونپوری صاحب قبلہ            | ۱۹   |
| ۴         | مرثیہ در حال حضرت امام حسینؑ (بند ۲۵۸) | دعبل ہند مولانا سید فرزند حسین ذاکر اجتہادی         | ۲۴   |
| ۵         | خبرنامہ                                | (ادارہ)                                             | ۵۷   |

## مجلس ادارت

- ڈاکٹر امانت حسین نقوی
- حیدر عباس نقوی، الہ آباد
- عمیل شمش، لکھنؤ
- واصف احمد نقوی، سمیر
- شاہد علی اعظمی
- ذوالفقار حیدر اعظمی
- الحاج مرزا ہمایوں قدر
- ڈاکٹر عارف عباس
- ریحان عالم، لکھنؤ
- بنت زہراء ندی الہندی
- الحاج فرید مہدی رضوی

- ظفر حسین رضوی بیورو چیف ممبئی
- عرفان حیدر، بیورو چیف مدھیہ پردیش
- کیف نقی نقوی، بیورو چیف دہلی

R.N.I. NO.  
UPBIL/2004/13526  
Postel Regd. NO.  
SSP/LW/NP-75/2017-2019

### WEBSITE:

www.noorehidayatfoundation.org  
www.naqeeblucknow.com

### E\_mail:

noorehidayat@yahoo.com  
noorehidayat@gmail.com

## زرسالانہ

ایک سال کے لئے: -/200  
پانچ سال کے لئے: -/800  
لائف ممبر شپ: -/5000

ماہنامہ

## ‘شعاع عمل‘

(ہندی وارو)

‘خاندان اجتہاد نمبر‘، روزنامہ نقیب لکھنؤ

اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے تمام مطبوعات ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

لاگ آن کریں ہماری ویب سائٹ

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

ماہنامہ ‘شعاع عمل‘، لکھنؤ

مئی ۲۰۱۷ء

## پردہ کے بڑھتے جہات

اس صفحہ پر پردہ کے سلسلہ میں کچھ عرض کیا جا چکا ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ پردہ تو ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہے، ہر شعبہ حیات پر چھایا ہوا ہے، اس کے لئے، ایک صفحہ پر بس کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ پھر 'شعاعِ عمل' کے صفحات پر اثبات پردہ کی قسط جاری ہے۔ اس صفحہ پر کچھ مزید گزارش کرنا بے محل نہ ہوگا۔ اس سے قطع نظر کہ دنیا نے ایک خاص مذہب اور ایک صنف سے مخصوص کر اسے دانشوری اور روشن خیالی کے سراسر خلاف باور کرانے کا در پردہ ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ آج 'ترقی یافتہ' دانشوری بھی قدم قدم پر پردہ کا خیال رکھتی ہے ہر بیش قیمت، ہر قابل احترام، ہر لائق عزت، ہر نزاکت پناہ کے لئے اپنے اپنے طور سے پردہ کا وہ اہتمام کیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ یہاں تک کہ حساس معلومات کو کتنے ہی دبیز پردوں میں رکھا جاتا ہے، سبھی پر کھلا ہے، اور اکثر و بیشتر اس پر انگلی بھی نہیں اٹھائی جاتی۔

آج کے ابلاغ و نقل و حمل کے ترقی کے دور میں بھی کوئی بھی معقول شخص اپنی نجی معلومات کو پردہ میں ہی رکھنا چاہتا ہے، کسی بھی قیمت پر انہیں نامحرم راز کے ہاتھ لگنے دنیا نہیں چاہتا۔ یہی نہیں آقا یان علم و فن حسب دستور قدیم عام زبان سے الفاظ مستعار لے کر ان پر اپنے مخصوص مفہیم کا پردہ ڈال دیتے ہیں اس طرح اپنے 'محبوب' الفاظ کو اپنے شعبہ علم و فن سے نامحرم عوام کی دسترس سے دور کر دیتے ہیں (اصطلاحات کے نام پر)۔ ہم بہر حال نہیں کہہ سکتے کہ یہ دانشورانہ تنگ نظری ہے یا اختصاص پسندی ہے، یہ مملکت علم و فن کی سرحدوں کی سیل بندی ہے یا طہارت علم و فن کے لئے کوئی بیش بندی۔

علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ یہ رفتار ابھی تک نہ صرف برقرار ہے بلکہ اس نے پردہ کو نئے نئے جہات و انداز دئے ہیں۔ حالیہ تہذیبی یلغار میں جس کلچر کو قہر و غلبہ حاصل ہے اس کی 'بے جابی' (عریانیت کو شرماتی ہوئی) اپنی جگہ مگر اسے حالات کی ستم ظریفی نہ کہیں تو کیا کہیں کہ تفریح کے حوالہ سے جہاں محبوب کی عام نمائش کی جاتی ہے اسے پردہ (سبیں) silver Screend کا نام دیا گیا ہے۔ (اس پردہ کا اچھا رخ بھی ہے)۔ خیر جہاں جہاں پردہ کا معقول رخ ہے ہم اس کا فیور کرتے ہیں اور اسے انسانیت کی علامت اور سراسر فطری سمجھتے ہیں۔ اس پردہ کا سرا جہاں آدھ و حوا کے زمین پر تشریف لانے پر اس (اغلباً) اولین اقدام سے ملتا ہے کہ انہوں نے پتوں کے ذریعہ اپنی شرمگاہوں کا پردہ کیا تھا۔ پردہ نے تو بہت سے خدائی کام کئے ہیں اور کرتا ہے۔ اس قادر مطلق نے اپنے محبوب کے نور کو جابو میں رکھا اور آج بھی اپنی آخری حجت کو پردہ غیبت میں رکھے ہوئے ہے۔ اس پردہ کو ہمارے محترم قارئین بخوبی سمجھتے ہوں گے کہ ہماری نگاہوں پر پردہ ہے جو امام ہماری نظروں سے اوجھل ہیں ورنہ امام کے لئے یہ پردہ نہ حاجب ہے، نہ کوئی قید خانہ، نہ ہی مانع راہ و نظر۔ اس دعا کے ساتھ اپنے قلم کو گور کے پردہ میں رکھتے ہیں۔

جلد آجلد نہ کر دیر اب آنے والے  
کہ گماں کرتے ہیں کچھ اور زمانے والے

م۔ر۔عابد

# اثباتِ پردہ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

معصوم ہوتے ہیں اور غیر معصوم ایک یا ہزار یا دس کروڑ کوئی بھی غلطی سے متثنیٰ نہیں ہے جب کہ اس کے برخلاف بہت سے اکابر علماء اور محققین چہرہ اور ہاتھوں کے استثناء کے قائل نہیں ہیں۔

شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی رحمۃ اللہ متوفی ۳۸۱ھ مقتبوع میں۔ شیخ مفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد النعمان متوفی ۴۱۳ھ مقتبوع (مطبوعہ طہران)، ص ۲۸۲ میں شیخ الطائف ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ نہایہ میں، ابن ادریس حلی متوفی ۵۷۸ھ سرائر میں علامہ ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ اپنی کتاب متشابہات القرآن میں آیۃ اللہ علامہ علی الاطلاق الشیخ حسن بن یوسف بن مطہر حلی متوفی ۷۲۶ھ تذکرۃ الفقہاء (ج ۲، مطبوعہ ایران) میں، ان کے فرزند فخر المحققین محمد بن الحسن بن یوسف الحلی متوفی ۷۷۱ھ ایضاح میں۔ شیخ جمال الدین مقداد بن عبد اللہ سیوری حلی متوفی ۹۲ھ کنز العرفان میں فاضل ہندی ضیاء الدین محمد بن الحسن الاصفہانی متوفی ۱۱۳۷ھ کشف اللثام میں، اور پھر شیخ الفقہاء شیخ محمد حسن نجفی متوفی ۱۲۶۶ھ اپنی مشہور کتاب جواہر الکلام میں سرکار آقا سید کاظم طباطبائی متوفی ۱۳۳۷ھ بطور احتیاط وجوبی اور ہمارے سب سے بڑے استاد میرزا محمد حسین نائینی طاب ثراہ حاشیہ عروۃ الوثقی میں اسی کے قائل ہیں اور ہمارے استاد جناب سید باقر صاحب قبلہ متوفی ۱۳۴۶ھ نے اپنی کتاب اسداء الرغاب فی مسئلۃ الحجاب صرف اسی کے اثبات میں تحریر فرمائی ہے۔

مخالف شبہات، تاویلات اور ان کا جواب  
مذکورہ بالا دلائل کی موجودگی میں کوئی شخص جو ذرا بھی گوشِ ہوش رکھتا ہو وہ اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اسلام میں بالکلیہ پردہ کے وجود کا انکار کرے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر نہیں جو مذہبی تعلیمات کی پابندی ہی کو عار و ننگ سمجھتے ہیں اور کھلم کھلا مذہب سے بغاوت کا اعلان کرتے ہیں انہیں اس کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ اپنی آزادی میں مذہب کی آڑ لیں اور آیات و احادیث کی تاویل ضروری سمجھیں اور یہ لوگ حقیقت میں کم خطرناک ہیں مگر وہ لوگ جو اپنی آزادی کے ساتھ ساتھ مذہبی پابندی کا ادعاء بھی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ وہ ایسے مسائل میں علماء کے اقوال اور نادر تفاسیر اور توجیہات و تاویلات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے اور ان سے پردہ کے خلاف اپنی مقصد برآری کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ سادہ لوح افرادِ مذہب کے ڈمگنے کا باعث ہو سکتے ہیں اور اسی لئے زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ شبہات اور توجیہات و تاویلات کو درج کر کے ان کا استیصال کر دیا جائے۔

## پہلا شبہ

علماء قائل ہیں کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا کھولنا جائز ہے۔ اس لئے پردہ کا اٹھایا جانا قابل اعتراض نہیں ہے۔  
اس کے جواب میں عرض ہے کہ تھوڑے سے، بہت سے اور بہت سے بھی زیادہ کوئی درجہ ہو تو علماء مفسرین یا محدثین کے اقوال تو کوئی شرعی سند بن ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ غیر



محقق حلی صاحب شرائع کا شمار اس فہرست میں اگرچہ عام طور پر اس سے پہلے نہیں کیا گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ موصوف بھی چہرہ اور ہاتھوں پہ پہلی نظر کو جائز سمجھتے ہیں اور دوسری نظر کو وہ بھی حرام کہتے ہیں ملاحظہ ہو شرائع الاسلام مطبوعہ ایران، ص ۱۴۹)

يجوز ان ينظر الى وجهها وكفيها على كراهية فيه ولا يجوز معاودة النظر - یعنی چہرہ اور ہاتھوں پر نظر کرنا مکروہ ہے اور دوبارہ نظر ڈالنا ناجائز ہے۔

اس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ بے پردہ عورتیں جو سامنے آتی ہیں ان پر نظر پڑنے سے راستہ وغیرہ چلنے کی حالت میں تحفظ واجب نہیں ہے۔ لیکن پہلی دفعہ نگاہ پڑنے کے بعد نظر کا ہٹالینا لازم ہے اور دوبارہ نظر چہرہ پر بھی جائز نہیں ہے۔

اس کو زیادہ صاف طریقہ پر علامہ حلیؒ نے اپنی قواعد میں ان الفاظ میں کہا ہے:-

ولا يجعل النظر الى الاجنبية الا بضرورة كالشهادة عليها ويجوز الى وجهها وكفيها مرة لا ازيد۔

”غیر عورت کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے مگر کسی ضرورت کی بناء پر جیسے گواہی دینے کے لئے اور چہرہ اور ہاتھوں پر بس ایک مرتبہ نظر جائز ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔“

یہی شہید اول محمد بن مکی عالمی اور شہید ثانی شیخ زین الدین عالمی رحمہ اللہ کا مختار ہے شرح لمعہ میں انہوں نے یہ لکھنے کے بعد کہ يجوز النظر الى وجه امرأة يريد نكاحها - نظر کرنا اس عورت کے چہرہ پر جائز ہے کہ جس سے شادی کرنا مقصود ہے لکھا ہے (يختط لحوال بالوجه والكفين) یہ جواز چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

شارح نے اس کے شرائط کے ذیل میں فرمایا ہے:-

ومباشرة المريد بنفسه فلا يجوز

الاستنابة فيه وان كان اعمى۔

”جو شادی کرنا چاہتا ہے وہ بس بذات خود نظر کر سکتا ہے۔ دوسرے کو اپنا قائم مقام نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک کہ اگر خود نابینا ہو تب بھی دوسرے کو نائب نہیں بنا سکتا۔“

اس سے ظاہر ہے کہ چہرہ پر نظر کرنا عام حالات میں حرام ہے اور چہرہ پردہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس کے بعد شہید اول متن میں اور شہید ثانی شرح میں فرماتے ہیں:-

ولا ينظر الرجل الى المرأة الاجنبية وهي غير المحرم والزوج والامة الامرة واحدة من غير معاودة في الوقت الواحد عرفاً۔

”انسان غیر عورت کی طرف کسی ایک موقع پر بس ایک دفعہ دیکھ سکتا ہے۔ پلٹ کے پھر دیکھنا جائز نہیں ہے۔“

(شرح لمعہ، طبع عبد الرحیم، ج ۲، ص ۵۴)

زمانہ قریب کے علماء میں سے آقا شیخ احمد آل کاشف الغطاء نے اپنی کتاب سفینۃ النجاة میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ لا یحل للرجل النظر الى الاجنبية ولا للمرأة النظر الى الاجنبی الا الوجه والكفين مرة واحدة من غير معاودة۔

(ج ۲، مطبوعہ نجف اشرف، ص ۵۴)

یہ تو علماء کے اقوال ہیں اور حقیقت میں شرعی سند کسی مسئلہ میں صرف کلام الہی اور کلام معصوم ہے اور اس سے بلاشبہ پردہ کا وجوب ثابت ہے۔

آیت قرآنی میں الا ما ظہر منها۔ کے معنی چہرہ اور ہاتھ قرار دینا صرف انسانی دماغ کا ایک اختراع ہے۔ حالانکہ کلام الہی میں اعضائے جسمانی سے یہ استثناء ہرگز نہیں بلکہ زینت سے استثناء ہے اور زینت میں باطنی زینت وہ ہے جس کے اظہار سے جسد کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اوپر کی زینت وہ ہے جس کے اظہار سے جسد کا اظہار نہیں ہوتا اس لئے اس

سے جسم کے کسی ایک حصہ کے بھی کھلنے کا ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس پر تفصیل سے بحث کی جا چکی ہے یہ ماظہر کی تفسیر چہرہ اور ہاتھ کے ساتھ اصل میں عطاء ضحاک اور اوزاعی کی تفسیر ہے جن کا مول مسائل شرعیہ میں ہمارے نزدیک ذرہ بھر وقعت نہیں رکھتا خود کتب اہل سنت میں جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود کا یہی قول ہے کہ وہ ماظہر منہا سے مراد اوپر کے کپڑے ہیں۔ ابن مسعود کی قرأت اور ان کے فقہی اقوال زیادہ تر آل رسول علیہم السلام کے موافق ہوتے ہیں۔ اسی قصور پر انہیں استبدادی قوتوں کے ہاتھ سے جسمانی و روحانی تکالیف بھی برداشت کرنا پڑے۔ اس لئے ان کا قول ہمارے نزدیک حقیقت امر اور مراد الہی سے زیادہ قریب ہے۔

قریب بتواتر احادیث جس میں مطلق طور پر نظری النساء کو موجب فتنہ، موجب فساد اور ”سہم من سہام الییس مسموم“ (شیطان کا زہر میں بجھا ہوا تیر) اور باعث ضرر اور گناہ بتایا گیا ہے اور پہلی نگاہ کو جو اتفاقی طور سے پڑ جائے جائز کہتے ہوئے دوسری نگاہ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ ان سب میں کہیں اس استثناء کا پتہ نہیں ہے اور چونکہ عورت پر نظر کرنے کے الفاظ کو سن کر سب سے پہلے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ چہرہ پر نظر ڈالنا۔ اس لئے دوسرے اعضاء و جوارح پر نظر کی ممانعت کے بارے میں وہ صرف ایک ظہور اطلاقی کا درجہ رکھتا ہو مگر چہرہ پر نظر کی ممانعت کے بارے میں اسے نص کا درجہ حاصل ہوگا اور کسی طرح چہرہ کو اس حکم سے خارج سمجھنا درست نہیں ہو سکتا۔

اس کا ایک صریح ثبوت حضرت زینبؓ کا ارشاد ہے جس کا تذکرہ اس سے پہلے خاندان رسولؐ کے اسوۂ حسنہ کے ذیل میں ہو چکا ہے دربار یزید میں اپنے مصائب کے اظہار کے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا قد ہتکت ستروہن وابدیت وجوہن۔

”تو نے اہل بیت رسولؐ کو بے پردہ کیا اور ان کے سروں کو کھول دیا اور پھر فرمایا یتصفح وجوہن القریب والبعید والدنی والشریف۔“ نزدیک و دور کے لوگ اور پست و بلند درجہ کے افراد ان کے چہرہ پر نظر ڈال رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا شارح اسلام کے خاندان کی ایک فرد ہیں جہاں شرعی حدود کی مخالفت تمام باتوں سے زیادہ قلب کے لئے باعث تکلیف اور روح کے لئے سبب اذیت ہو سکتی ہے۔ بقول جناب سید باقر صاحب قبلہ کے اگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھلنا شرعاً جائز ہوتا اور اجنبی مردوں کی نظر کا ان اجزائے جسم پر پڑنا درست ہوتا لیکن سر اور بالوں کا کھلنا نامحرموں کے سامنے ممنوع ہوتا جیسا کہ مخالفین کا قول ہے تو یقیناً سر اور بالوں کا بے پردہ ہونا حضرت زینبؓ کے نزدیک چہرہ کے بے نقاب ہونے سے زیادہ تکلیف دہ ہونا چاہئے تھا اور مقتضائے بلاغت یہ تھا کہ مقام ذکر مصائب اور احتجاج میں اس کا تذکرہ کیا جاتا لیکن جب کہ صدیقہ صغریٰؓ نے بجائے سر اور بالوں کے چہرہ کا تذکرہ کیا تو اس سے ظاہر ہے کہ چہرہ کا پردہ شریعت اسلام کا ضروری جزو ہے اور چہرہ پر نظر پڑنا ایک پردہ دار عورت کی بڑی توہین ہے۔

(اسد الغاب، ص ۴۵)

حقیقت میں پردہ کی تشریح کا مقصد یعنی نفس امارہ کے رجحانات کو جو حسن نسوانی کی مقناطیسی کشش سے ہو سکتے ہیں روکنا یہ بھی چہرہ کے پردہ ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو پھر پردہ کا کوئی مفہوم ہی نہیں رہتا اور جب کہ ہم قرآن اور سنت متواترہ سے یہ بہر حال ناقابل انکار طور پر دیکھ رہے ہیں کہ پردہ کا قانون اسلام میں ضرور ہے اور اس پر زور دیا جا رہا ہے تو اسی سے ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس حکم کا تعلق چہرہ کے ساتھ ضرور ہے۔ چہرہ تو حقیقت میں جمال صورت کا نقطہ مرکزی ہے۔

چشم و ابرو اور خدو خال۔ ناوک نظر اور تیر مژگان۔ تکلم، تبسم اشارہ اور نگاہ ہر کرشمہ کا تعلق اسی ”جنت نگاہ“ سے ہے۔ شاعروں کی اصطلاح میں سر کے بال چاہے ”دام“ اور زنجیر کا کام دیتے ہیں۔ مگر قاتل اور صیاد بننے کا تعلق نگاہ ہی سے ہے۔ عربی شاعر متنبی نے ناگزیری محبت کے اظہار میں یوں کہا ہے۔

تناهی سکون الحسن فی حرکاتہا

فلیس لرائی وجهها لم یمت عذر

جنبشوں میں اس کے حسن کا رکھ رکھاؤ انتہائی درجہ پر پہنچ گیا ہے بس اس کے چہرہ کو دیکھ کر جو مرنے جائے اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

اس نے مرنے کا سبب چہرہ کا دیکھنا قرار دیا ہے ”بالوں“ کا یا ”سر“ کا دیکھنا نہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے یوں کہا:-

وعینان قال الله کونا فکاننا

فعلین بالالباب ما تفعل الخمر

”وہ دو آنکھیں جو اللہ کے اشارہ کن سے پیدا ہوئیں اس شان کی ہیں کہ عقل و ہوش کے ساتھ شراب کا سا سلوک کرنے والی ہیں۔“

میر تقی میر کا یہ شعر بھی یاد کر لیجئے:

میر ان نیم باز آنکھوں میں

ساری مستی شراب کی سی ہے

اس صورت میں یا تو شریعت اسلام میں پردہ کا تخیل ہونا ہی نہیں چاہیے۔ پھر قرآن سے ان آیتوں کو نکال دیجئے جیسے واذا سألتہوہن متاعاً فسئلوہن من وراء حجاب۔ (اے مسلمانو!) تمہیں ازواج رسولؐ سے کچھ مانگنا ہوا کرے تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔“

(احزاب، ۵۳)

حالانکہ ازواج رسولؐ کو امہات المؤمنین کا درجہ دے دیا گیا تھا اگر وہ پردہ سے مستثنیٰ ہوتیں تو دوسروں کے لئے نظیر قائم نہ ہوتی لیکن جب اس کے باوجود ان کے لئے پردہ کا حکم دیا گیا تو صاف ظاہر ہے کہ دوسری عورتیں پردہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتیں۔ جیسے ولا یبدین زینتہن۔ اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں۔“

جب چہرہ ہی کھل گیا تو دوسری آرائش ظاہر ہوگی تو کیا ہوگا۔ جیسے یا ایہا النبی قل لا ازواجک وبناتک ونساء المؤمنین بل یدنین علیہن من جلا بیہن۔ (احزاب، ۵۹)

”اے رسولؐ اپنی بیبیوں سے کہو، اپنی خاندان کی لڑکیوں سے کہو اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے کہو کہ سر سے پیر تک چادر میں نہاں ہو کر نکلا کریں۔“

حالاں کہ ادناء جلباب کے معنی ہی ہیں چہرہ کا چھپانا جس کے شواہد پہلے تفصیل سے آچکے ہیں۔

یقیناً ان تمام آیات کو قرآن سے اُس صورت میں کہ جب چہرہ کھلے خزانے نامحرموں کے سامنے لانا جائز سمجھا جائے خارج کر دینا چاہیئے اور ان احادیث کے دفتر کو بھی دریا برد کر دینا چاہئے جن میں عورتوں پر نظر ڈالنے کو منع کیا گیا ہے۔ سبب فتنہ بتایا گیا ہے اور اس کے برے نتائج سے ڈرایا ہے۔ مگر جب کہ نہ قرآن سے وہ آیتیں نکل سکتی ہیں نہ احادیث کو فنا کیا جاسکتا ہے تو مسلمان رہتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ اسلام میں پردہ کا نظام موجود ہے اور پردہ کا کوئی مفاد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک چہرہ چھپانا لازم نہ ہو اس لئے ماننا پڑے گا کہ چہرہ کا پردہ ضرور واجب ہے اور اس کے خلاف جو توہمات ہیں وہ صرف عدم تدبیر یا سہولت پسندی کا نتیجہ ہیں۔

لطف یہ ہے کہ مذہبی دنیا جو عملاً پردہ کی پابند رہی ہے اس نے ہمیشہ چہرہ کو پردہ کا مرکز سمجھا ہے بلکہ ہمارے شرفاء

کے ساتھ مذاق نہیں ہے؟ مجھے اگر پتہ بتایا جائے کسی خطہ ارض میں ایسی عورت کا جو نیک نیتی سے کسی ایسے عالم کے مقلد ہو کر جو وجہ و کفین کے استثناء کا قائل ہے ان حدود کی پابندی کے ساتھ مردوں کے سامنے آتی ہو تو چاہے میں اس فتوے کو غلط سمجھتا ہوں مگر اس عورت کا احترام کرنا ضروری سمجھوں گا اس لئے کہ اس نے ایک اصول کو پیش نظر رکھا ہے اور اس اصول کی وہ عملی طور سے پابند بھی ہے۔ مگر یہ دلدادگان تمدن مغربی جس طرح خواتین کو بے پردہ بنا رہے ہیں یا وہ جس طرح بے پردہ ہو رہی ہیں اس عمل کو میں جتنا اپنی جگہ قابل نفرت سمجھوں اس سے زیادہ ان کی اس کوشش کو قابل نفرت سمجھوں گا کہ وہ اپنے اس عمل کو اسلامی تعلیم کے حدود میں لانے کی کوشش کریں اس قول کی بناء پر جو استثنائے وجہ و کفین کے متعلق بعض علماء نے اختیار کیا ہے۔ یہ سچی ان کی نہ کامیاب ہے اور نہ مشکور۔ اسلامی تعلیم ہرگز اس بے پردگی کے لئے ان کی ہم آواز نہیں ثابت ہو سکتی۔

#### دوسرا شبہ

وہ شخص جو شادی کا ارادہ رکھتا ہے اسے موقع دیا گیا ہے کہ وہ اسے دیکھ لے جس سے وہ عقد کرنا چاہتا ہے اس صورت میں یہ بھی امکان ہے کہ کوئی ہوس پرست شادی کے ارادہ کے بہانے سے سب ہی عورتوں کو دیکھتا پھرے۔ اس صورت میں پردہ کے حکم کا کوئی مفاد باقی نہ رہے گا۔

اس کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ کسی حکم میں مستثنیات کا وجود اصل قانون کے ثبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ اگر اس خصوصیت کے ساتھ کہ شادی کا ارادہ رکھتا ہو بطور استثناء نظر کی اجازت دی گئی ہو تو اس سے اصل قانون پردہ کے اثبات پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت اسلام میں اس کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے کہ مال و جمال کو مطمع نظر نہ بناؤ اور یہاں

کے گھروں کے ”شرعی پردہ“ میں جو عزیزوں کے ساتھ ہوتا ہے جب چادر سے یا دوپٹہ کا پردہ کیا جاتا ہے۔ تو چاہے پان دیتے ہیں یا اور کسی ضرورت سے ہاتھ کلائی بلکہ کہنی تک کھل جائے چاہے پیر اتفاق سے باہر رہ جائے مگر چہرہ کو چھپائے رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے حالاں کہ شرعاً یہ صورت بھی قابل اعتراض ہے ”شرعی پردہ“ یعنی اقل درجہ وجوب میں جسم کا کوئی حصہ بھی کھلا نہیں رہنا چاہیے۔ مگر مجھے یہ دکھانا ہے کہ پابندان مذہب کے طبقہ میں چاہے وہ کسی عالم کے مقلد ہوں مگر عملی طور سے چہرہ کے پردہ کی سب سے زیادہ اہمیت محسوس کی گئی ہے اور کبھی اختلافی مسائل کی طرح ایسا نہیں ہے کہ کچھ علماء کے مقلدین اپنے عالم کے فتوے کی بنا پر چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ سمجھ لیں۔ مگر آج اس استثناء والے قول سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جو تمدن مغربی کی رو میں بہہ کر پردہ کے اٹھانے کے درپے ہیں۔ وہ مذہبی طبقہ کے اعتراض کے مقابل میں اس استثناء کی سپر لے کر اٹھتے ہیں حالانکہ تمدن مغربی کو اختیار کر کے ہندوستانی فیشن کی آمیزش کے ساتھ عملی طور پر کیا ہوگا۔ وجہ و کفین (چہرہ اور ہاتھوں کا) اظہار فقط؟ تو یہ نہیں جناب ہاتھ، کہنیوں تک نہیں بلکہ شانوں تک اور کسی ضرورت سے ہاتھ اونچا کرنے کی شکل میں ڈھیلی آستینوں کی جتنی وسعت ہو اس کے لحاظ سے اور آگے تک کنپٹیاں۔

کان سرگردن بال جتنے بھی بر بنائے فیشن رکھے گئے ہوں پشت کا اوپر کا حصہ سینہ جس حد تک فیشن کے حدود متقاضی ہوں پیر۔ گئے، پنڈلیاں اور لڑکیوں کے لئے (جونو برس کی ہو چکنے کی وجہ سے شرعی طور پر بالغ بھی ہو چکی ہوں) گھٹنے اور رانوں کا بہت سا حصہ بھی سب کے جواز کے لئے تنکے کا سہارا ”چہرہ اور ہاتھوں“ کا استثناء جس کے بعض علماء قائل ہیں یا بعض شاذ اور غیر معمول بہ روایات میں جس کا پتہ چلتا ہے۔ کیا یہ اپنی لامذہبیت کو مذہب کے آڑ میں چھپانے کے لئے مذہب

تک کہا گیا کہ اگر ان دونوں کی خاطر شادی کرو گے تو دونوں سے محروم ہو گے۔ اصل جمال عورتوں کا جمال سیرت ہے۔ حسن ظاہری کے ساتھ بد اخلاق عورت کی مثال دی گئی ہے خضر آء الدمن جیسے کی کوڑے پر اگا ہوا سبزہ۔ رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا:-

ایاکم وخضر آء الدمن دیکھو گھورے کے سبزے سے پرہیز کرو۔ پوچھا گیا ومن خضر آء الدمن۔ گھورے کا سبزہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا المرأة الحسناء فی منبت السوء۔ خوب صورت عورت بری نشوونما کے محل میں (فقہ الرضا مطبوعہ طہران)

اس طرح مسلمان کی نگاہ میں بلندی پیدا کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ اصول شرافت یہ ہے کہ شادی میں صورت کا لحاظ ہی نہ کرو۔ اس صورت میں دیکھنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن اگر نکاح کرنے والا اتنا بلند نگاہ نہیں ہے اور وہ صورت کو نصب العین قرار دیئے ہوئے ہے اس لئے دیکھنے کا خواہش مند ہے تو لڑکی والوں کو یہ حق ہے کہ اس کی پست طبعی کا اندازہ کر لینے کے بعد اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیں وہ صاف کہہ دیں کہ تمہیں عورت کے اصلی جوہر حسن کا اندازہ نہیں۔ وہ ظاہر کر دیں کہ تمہاری شرافت شریف عورت کی قدر کرنے سے قاصر رہے گی اس لئے تمہیں ان حسینوں کی طرف رخ کرنا چاہیئے جو تمہارے مزاج اور طبیعت کے لائق ہیں لیکن اگر لڑکی والے اس کی اس طبیعت کا اندازہ کرنے کے باوجود خود اپنی بلند نگاہی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے بلکہ اس کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خود بھی کسی بلند سطح خود داری پر نہیں ہیں۔ تو پھر اسلام آئندہ کے شکوے، گلے، غلط فہمی کے احساسات اور اس کے ناخوشگوار معاشرتی نتائج کو روکنے کے لئے نکاح کرنے والے کو تاریکی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ اس صورت میں وہ اجازت دیتا ہے کہ

ایک نظر ایسی جس سے صورت سے اندازہ ہو جائے عورت پر ڈالی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ شادی کے پیغام کا ارادہ ہونا کچھ خارجی قرآن اور آثار کا حاصل ہوتا ہے۔ جیسے خواستگاری کرنا۔ نام و پیام کا جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان قرآن و حالات کی موجودگی کے ساتھ لڑکی والے ایسا انتظام کر سکیں گے کہ ایک نظر دیکھنے کے لئے ذرا دیر کے لئے لڑکی کو اس کے سامنے کر دیں۔ اس صورت میں یہ امکان کہاں ہے کہ سب لڑکیوں کے ورثا اپنی لڑکی کو ہر مرد کے سامنے لے آئیں یا لڑکی ہر مرد کے سامنے آجائے۔ رہ گیا چھپ چھپ کر اتفاقی مواقع سے فائدہ اٹھانا تو وہ ظاہر ہے کہ انفرادی اور ہنگامی عمل ہے جسے بطور خود افراد عمل میں لاتے ہی ہیں اور وہ مابین خود خدا والا معاملہ ہے۔ اب اگر حقیقت میں اس عورت کے ساتھ شادی کی نیت ہے اور نظر ”بقدر ضرورت“ سے آگے نہیں بڑھی۔ تو وہ اللہ کے یہاں گنہگار نہ ہوگا۔ پھر بعض علماء کی تصریح کے مطابق یہ جواز صرف اس وقت ہے کہ جب لڑکی کی طرف سے پیغام شادی کو منظور بھی کیا جا چکا ہو۔

ابن ادریس حلی رحمہ اللہ سرائے میں فرماتے ہیں:-

يجوز ان ينظر الى وجهها وكفيها فحسب اذا كانت استجابت للنكاح فاما اذا لم يوافق على التزويج فلا يجوز له النظر الى ما كان يجوز له النظر اليه عند استجابتها و ظهور العمل بموافقه۔

”صرف اس کے چہرہ اور ہاتھوں پر نظر جائز ہوگی اس صورت میں کہ جب اس نے شادی کرنا منظور کر لیا ہو اور اگر شادی کی منظوری نہیں ہوئی ہے تو اس کو نظر جائز نہ ہوگی۔“  
فقہ جلیل سالم بن ربیع نے اپنی کتاب مہذب میں جس کا قلمی نسخہ بخط مصنف ۹۰۰ھ کا لکھا ہوا میرے پاس موجود ہے اس کے شرائط ذرا تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ وہ لکھتے



ہیں:-

(عروۃ الوثقی، مطبوعہ صیدا، ج ۲، ص ۳۴۹)

اور اگر حقیقت میں اس کا ارادہ شادی کا نہیں ہے بلکہ اس نے بہانہ بنایا ہے عورت کے دیکھنے کا تو اس بہانہ سے اللہ کے یہاں گناہ سے بچ نہیں جائے گا۔ کیونکہ سب کو دھوکا دینا ممکن ہے اللہ کو دھوکا دینا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ وہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ اس طریقہ سے میں سزا کی زد سے بچ گیا تو وہ صرف اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے۔ (وما یخدعون الا انفسهم وهم لا یشتعرون۔ غور کیجئے تو اس بارے میں حسب ذیل حدیثیں جو وارد ہوئی ہیں۔

عن ابی عبد اللہ لا بأس بان ینظر انی وجہھا کفیھا اذا ارادات یتزوجھا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ عورت کے چہرہ اور کہنیوں کے حصہ تک پر نظر جائز ہے جب شادی کا ارادہ ہو۔

دوسری روایت جس میں سرای سے ہے۔ وہ کہتے ہیں:

قلت لا ابی عبد اللہ علیہ السلام الرجل

یرید ان یتزوج المرأة یتاملھا وینظر الی خلفھا

والی وجہھا قال نعم لا بأس بان ینظر الرجل الی

المرأة اذا اراد ان یتزوجھا ینظر الی خلفھا والی

وجہھا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے

دریافت کیا کہ کوئی شخص عورت سے شادی کا ارادہ رکھتا ہو تو

اسے غور سے دیکھ لے اور اس کے پشت اور چہرہ پر نظر کرے

حضرت نے فرمایا ہاں کوئی مضائقہ نہیں کہ مرد عورت کی طرف

دیکھ لے اگر اس سے شادی کرنا منظور ہے اس کے پشت اور

چہرہ کی طرف نظر کر سکتا ہے۔

ان حدیثوں میں ارادہ شادی کی قید کے ساتھ تو چہرہ پر

نظر کرنے کی اجازت ایک قوی ثبوت ہے اس کا کہ عام قانون

پردہ کے لحاظ سے چہرہ مستثنیٰ نہیں ہے ورنہ سائل کو چہرہ کے

یحوز النظر الی وجہ امرأة یرید نکاحھا  
اجماعاً بشرط الاول ان یکون مرید النکاحھا  
الثانی امکانہ عادة بالنظر الی حالھا وحالہ  
الثالث خلوها من مواضع النکاح کالعادة وان  
جازت خطبتها فی بعض المواضع الرابع ان لا  
یتلذذ بہ فوق جواز النظر عند اجتماع هذه  
الشرائط۔

(یعنی) جس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے اُس کے چہرہ پر نظر کرنا اجماعاً جائز ہے چند شرطوں سے پہلے یہ کہ واقعی نکاح کا ارادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کی حیثیت اور اس لڑکی کی حیثیت کو دیکھتے ہوئے دستور زمانہ کے مطابق اس نکاح کا امکان ہو۔ تیسرے یہ کہ موانع نکاح میں سے کوئی امر پایا نہ جاتا ہو مثلاً عدہ میں نہ ہو اگرچہ اس حالت میں بعض موتوں میں پیغام دینا جائز ہے۔ مگر دیکھنا اس حالت میں جائز نہیں ہوگا۔ چوتھے یہ کہ اس دیکھنے سے لذت اندوز ہونا مطلوب نہ ہو۔

جب یہ شرطیں جمع ہوں اُس وقت نظر جائز ہو سکتی ہے۔

شہید ثانی رحمہ اللہ نے شرح لمعہ میں بھی ان شرطوں کی تصریح کی ہے۔

امیر سید علی طباطبائی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اپنی کتاب ریاض مسائل میں جو شرح کبیر کے نام سے مشہور ہے اس شرط کو بھی قوت دی ہے کہ صورت کا علم حاصل کرنے کا مفاد دیکھنے سے وابستہ ہو یعنی اگر پہلے سے اس عورت کی صورت کا علم ہو چکا ہے تو دیکھنا جائز نہیں ہے جناب سید کاظم طباطبائی طاب ثراہ نے نہایت صاف الفاظ میں لکھا ہے:

ویشترط ایضاً ان لا یکون مسبوقاً بمحالھا۔  
یہ شرط ہے کہ پہلے سے اس کی صورت سے واقف نہ ہو۔“

متعلق سوال کی ضرورت نہ تھی اور امامؑ کے جواب میں پھر چہرہ کے ذکر کو دوہرانے کا کوئی موقع نہ تھا۔

اسی لئے شیخ الطائفہ نے مبسوط میں فرمایا ہے:- فاما اذا نظر الى جملتها بريدات يتزوجها فعندنا يجوز ان ينظر الى وجهها وكفيها فحسب۔

اور محقق صاحب شرائع نے بھی شادی کے ارادہ کی صورت میں قید لگائی ہے اور کہا ہے ويختص الجواز بوجهها وكفيها۔ یہ نظر کا جواز اس صورت میں چہرہ اور ہاتھوں کے ساتھ مخصوص ہے۔“ (شرائع الاسلام مطبوعہ طہران، ص ۱۲۹) علامہ حلیؒ نے تذکرہ میں بھی یہی تخصیص کی ہے اور فرمایا ہے:

وهو المشهور بين العامة لقوله عليه السلام لمغيرة بن شعبة انظر الى وجهها وكيفها۔ ”یہی اہل سنت کے درمیان بھی مشہور ہے کہ حضرت نے مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا اس کے چہرہ اور ہاتھوں کو دیکھ سکتے ہیں۔“

شہید ثانی نے شرح لمعہ میں بھی فرمایا ہے کہ یختص الجواز بالوجه والكفين ظاهراً وباطناً۔ بلکہ امیر سید علی طباطبائی صاحب ریاض نے اس کو مشہور کی طرف نسبت دی ہے فرمایا المشهور اختصاص الجواز بالموضعين۔

اور صاحب حدائق نے فرمایا ہے:

ظاهر كلام الاصحاب الاقتصار في النظر على الوجه والكفين۔

”ہمارے علماء کے اقوال سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ نظر کو چہرہ اور ہاتھوں میں محدود رہنا چاہئے۔“

علامہ ابن شہر آشوب رحمہ اللہ نے بھی متشابہات القرآن میں یہی قید لگائی ہے فرماتے ہیں۔

يجوز النظر الى امرأة اجنبية يريد ان يتزوجها اذا نظر الى وجهها وكفيها۔

غیر عورت جس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ صرف چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر نظر کرے۔ اس کے بعد یہ سمجھنا کہ چہرہ پردہ کے حکم سے کلیتہً خارج ہے بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

تیسرا شبہ

حج میں احرام کی حالت میں مرد کے لئے سر کا اور عورت کے لئے چہرہ کا چھپانا ممنوع ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ واجب نہیں ہے۔

یہ تو ہم بھی بالکل بے بنیاد ہے۔ احکام میں حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جس طرح نماز کی حالت میں جو ستر عورت کے لئے واجب ہے اس سے ہاتھ اور چہرہ کے مستثنیٰ ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ نماز کی صحت کے لئے جو پردہ ہے جو کسی نامحرم کے نہ ہونے کی صورت میں بلکہ تنہائی میں یا تاریکی میں بھی نماز کی خاطر واجب ہے اس میں ہاتھ اور چہرہ داخل نہیں ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اگر کوئی نامحرم موجود ہو تو نامحرم کی نگاہ سے چھپنے کے لئے بھی چہرہ اور ہاتھ کے پردہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حالت احرام میں تمازت آفتاب اور لودھوپ سے بچنے کے لئے چہرہ پر نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے بلکہ فریضہ الہی میں جسمانی مشقت برداشت کرانے کے لئے چاہا گیا ہے کہ مردوں کے سر اور عورتوں کے چہرے تمازت آفتاب کو برداشت کریں اور ان کے چہروں کے رنگ حرارت سے متغیر ہوں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اجنبی مردوں سے بچنے کے لئے بھی چہرہ کو چھپانا جائز یا واجب نہ ہو۔ بلکہ مذہبی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں۔

طریق اہل سنت سے ام المؤمنینؓ عائشہ کی روایت ہے۔ کان الرکیان یمرّون ببناء نحن محرّمات مع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاؤنا فسدلت احدا نا جلبا بها من راسها علی وجهها فاذا جاوزونا كشفنا۔

ہم احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے اور اس حالت میں مردوں کا ہمارے قریب سے گزر رہوتا تھا جب مرد آنے لگتے تھے ہم اپنے برقع کو سر کے اوپر سے چہرہ پر لٹکا لیتے تھے اور جب مرد چلے جاتے تھے تو ہم چہرے کھول دیتے تھے۔“

ظاہر ہے کہ اگر چہرہ کا چھپانا مردوں کے پردہ کے خیال سے بھی حالت حج میں ممنوع ہوتا تو رسالت مآبؐ اس عمل پر تائیدی سکوت نہ فرماتے بلکہ ممانعت فرما دیتے۔ حضرت کا سکوت اس کی دلیل ہے کہ چہرہ کے کھولنے کا حکم حج میں مردوں کے قریب نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ لیکن مردوں سے پردہ بہر حال ضروری ہے۔ ہمارے طریق سے حدیث صحیح میں حربز نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔ حضرت نے فرمایا:

المحرمة تسدل الثوب علی وجهها الی الذقن۔

”احرام کی حالت میں جو عورت ہو اسے کپڑے کو اپنے چہرہ پر ٹھڈی تک لٹکا لینا چاہیئے“

صحیحہ معاویہ بن عمار میں ہے حضرت صادقؑ نے فرمایا:

تذل المرأة الثوب علی وجهها من اعلاه الی النحر اذا كانت راكبة۔

”سوار ہونے کی حالت میں عورت کو چاہیئے کہ وہ کپڑے کو اپنے چہرہ پر سر کے اوپر سے سینہ کے اوپر تک لٹکائے۔“

دونوں حدیثوں کو سامنے رکھ کر وجہ صاف سمجھ میں آتی ہے کہ جب عورت پیادہ ہوگی تو اس پر مرد کی نظر سامنے سے یا

برابر سے پڑ سکتی ہے۔ اگر مرد بھی پیادہ ہو اور یا اوپر سے پڑے گی۔ اگر مرد سوار ہو دونوں حالتوں میں ٹھڈی تک لٹکے ہوئے کپڑے سے چہرہ چھپا رہ سکتا ہے لیکن اگر عورت سوار ہے تو پیادہ مرد اس کو سواری کے نیچے سے دیکھے گا۔ اس صورت میں ٹھڈی تک کا کپڑا کافی نہیں ہوگا بلکہ سینہ تک کپڑا ہوگا تب نظر سے مانع ہوگا۔ دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ سے پردہ بہر حال ضروری ہے۔

ایک دوسری روایت صحیحہ میں بھی یہی ہے۔ المحرمة تسدل ثوبها الی نحرها۔

”احرام میں جو عورت ہو وہ کپڑے کو سینہ تک لٹکائے گی۔“

سماعی کی روایت میں امام جعفر صادقؑ سے ہے۔ ان مزید رجلا استتورت منه بثوبها

”اگر مرد کا پاس سے گزر رہو تو اپنے کپڑے کے ساتھ اس سے پردہ کرے۔“

ان احادیث کے بعد اس تصور کی گنجائش نہیں ہے کہ حالت احرام میں عورت کے لئے چہرہ کا کھولنا غیر مردوں کے سامنے بھی لازم یا جائز ہے:

اسی لئے محقق ثانی علی بن عبد العالی کرکی طاب ثراہ نے فرمایا ہے:

وعليها ان تسفرو وجهها بالنسبة الی الاحرام لا بالنسبة الی نظر الاجانب۔ ”یہ چہرہ کے کھولنے کا حکم بلحاظ احرام کے ہے نہ بلحاظ غیر مردوں کی نظر کے۔“

(جامع المقاصد، ج ۱، مطبوعہ ایران) اور فاضل ہندی بہاء الدین محمد بن حسن اصفہانی نے کشف اللثام میں لکھا ہے

يجوز لها وقد يجب اذا ارادت لتستر عن الاجانب اسداء القناع ای ارساله من راسها الی طرف انفها۔

اس کے کوئی معنی نہیں ہیں اس لئے کہ احرام میں جس شے کی ممانعت ہے وہ کپڑے کا چہرے سے مس ہونا نہیں ہے۔ بلکہ آفتاب وغیرہ کی حدت سے چہرے کا چھپانا ممنوع ہے چاہے ایسے کپڑے سے ہو جو جلد سے مس ہوتا ہے اور خواہ مس نہ ہو اور پردے کے خیال سے چہرے کا چھپانا جائز۔ بلکہ واجب ہے جیسا کہ سابق تصریحات سے ظاہر ہے اس میں بھی چہرہ سے مس ہونے نہ ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔

☆☆☆

### پردہ کی اہمیت کا ایک خاص پہلو

پردہ کی اہمیت کا یہ ایک بڑا ثبوت ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے قوانین اور احکام میں شارع مقدس کی جانب سے ترمیمیں کی گئی ہیں۔ اصول یہ ہے کہ جب دو کلیئے خاص صورتوں میں آپس میں ٹکراتے ہوں تو جو اہم ہوگا وہ دوسرے پر مقدم ہوگا۔

اب جب کہ ہم یہ دیکھیں کہ ہر جگہ پردہ کے حکم سے دوسرے کلیہ پر اثر پڑا۔ پردہ کے حکم پر اثر نہیں پڑا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ثبوت اس کا ہوگا کہ شرع کی نظر میں پردہ سب سے اہم چیز ہے۔

یہ ایک وسیع باب ہے۔ جس میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ مگر اس موقع پر چند مثالیں پیش کر دینے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایک ہی احرام کا باب ہے۔ یہاں دو کلیئے اپنی اپنی جگہ پر ہیں۔ ایک یہ کہ حالت احرام میں چہرہ کھلا ہوا ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ نامحرم سے پردہ ضروری ہے۔ یہ دونوں ٹکراتے ہیں اس وقت جب حالت احرام میں نامحرم مرد سامنے آجائے۔ ایک کلیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اب بھی چہرہ کھلا رہنے دیا جائے۔ دوسرے کلیہ کا تقاضا یہ ہے کہ چہرہ اس وقت

”جائز ہے کبھی واجب ہو جائے گا جب کہ غیر مردوں سے پردہ کی ضرورت ہو کہ وہ مقنع کو اپنے سر کے اوپر سے چہرہ کے اوپر ڈال لے۔“

فرماتے ہیں: **ما جواز السعد ل بل وجوبه فبين مع الاجماع لانها عورة يلزمه التستر من الرجال الاجانب وللا خيار۔**

”چہرہ پر مقنع کے ڈالنے کا جواز بلکہ وجوب ظاہر ہے علاوہ اجماع کے اسی دلیل سے کہ وہ عورت ہے۔ اسے غیر مردوں سے پردہ ضروری ہے کہ دوسرے احادیث اس پر دلالت کرتے ہیں۔“

جناب شیخ جعفر نجفی طاب ثراہ المتوفی ۱۲۲۷ھ نے بھی کشف الغطاء میں لکھا ہے۔

**ويجوز لها وقد يجب اذا ارادت التستر من الاجانب سدل القناع اي ارسلها من راسها الى طرف انفها۔**

جناب شیخ زین العابدین مازندرانی طاب ثراہ ذخیرۃ المعاد۔ (مطبوعہ بمبئی ص ۵۱۶)

فرماتے ہیں:

احرام زہار در روئے ایشان می باشد کہ باید روئے خود را بنوشانند بہ نقاب وغیر آں حتی در خواب مگر برائے نامحرم کہ دریں صورت نیز بپایز مقنع یا پچہ یارو بند را۔

آقا میرزا محمد تقی شیرازی طاب ثراہ نے بھی حاشیہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض محتاط خواتین پردہ کے لحاظ سے جو یہ طریقہ اختیار کرتی ہیں کہ پنکھے وغیرہ کو رکھ کر نقاب اس طرح ڈالتی ہیں کہ چہرے سے الگ رہے اس طرح وہ سمجھتی ہیں کہ احرام کے اس حکم کی بھی پابندی ہو جائے گی کہ نقاب چہرہ سے متصل نہ ہو اور پردہ بھی ہو جائے گا۔

سامنے نہ آئے اور یہ اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے حضرت نے تحریر فرمایا کہ وہ چہرہ پر نقاب ڈال لے اور پھر گواہوں کے سامنے آئے۔“

یہاں بھی گواہی کے ایسے اہم موقع پر پردہ کے مفاد کو مد نظر رکھا گیا اور اس سے ایک اور ثبوت اس کا بھی ملا کہ چہرہ پردہ سے مستثنیٰ نہیں ہے ورنہ نقاب کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کے باب میں چہرہ کی خاص اہمیت ہے اس لئے اس کے پردہ یعنی نقاب کا تذکرہ خصوصیت سے ضروری سمجھا گیا۔ تیسرا موقع نماز جمعہ کا ہے اس صورت میں کہ جب امام معصوم نماز پڑھانے کے لئے موجود ہوں تو یقیناً ہر ایک شخص پر واجب عینی ہے اور زمانہ غیبت امام میں اختلاف سہی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی وجوب عینی کے قائل ہیں اور بعض واجب تخیری کہتے ہیں تو اسے افضل الفردین (یعنی جمعہ اور ظہر دونوں فردوں میں افضل) قرار دیتے ہیں۔

بہر صورت عورت اس حکم سے خارج ہے۔ نہ وجوب عینی کی صورت میں اس پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب اور نہ وجوب تخیری کی صورت میں اس کے لئے ایسا کرنا افضل کیا پردہ کے لحاظ کے سوا اس کا سبب کچھ اور ہے؟ جناب شیخ مفید مقنعہ میں فرماتے ہیں:-

تسقط صلوة الجمعة مع الامام عن تسعة  
الطفل الصغير والهرم الكبير والمرأة الخ  
اس سے ظاہر ہے کہ امام کی موجودگی میں بھی عورت پر سے جمعہ ساقط ہے جناب شیخ الطائفہ مبسوط میں فرماتے ہیں:-  
ومن لا تجب عليه ولا تنعقد به فهو الصبي  
والمجنون والعبد والمسافر والمرأة.

ایسا ہی سرانرا بن ادریس میں بھی ہے  
محقق حلی شرائع میں لکھتے ہیں کہ ”جمعہ کے وجوب کے لئے ذکریت شرط ہے اور عورت اگر جمعہ میں آکر شریک ہو تو

ڈھانکنے کی اجازت ہو جائے۔ اگر پہلے کلیہ کو مقدم کر کے اس حالت خاص میں چہرہ کے کھلے رہنے کا حکم بھی ہو جاتا تب بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا تھا کہ بجائے خود پردہ کا قانون کوئی چیز نہیں بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا کہ حالت احرام میں حج کے مفاد کو پردہ کے مفاد پر شرع نے مقدم کیا ہے۔ مگر آپ نے دیکھ لیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ شریعت نے پردہ ہی کے حکم کو مقدم کیا ہے اور اس لئے حج والے قانون میں ایک طرح کی ترمیم کر دی گئی کہ نامحرموں سے پردہ کی غرض سے چہرہ کا چھپانا صحیح ہے۔

دوسرا ایک مہتمم بالشان مرحلہ گواہی کا ہے۔ ظاہر ہے کہ محکمہ عدالت شرعی میں اظہار حق کے لئے گواہی دینے کے واسطے شناخت کی ضرورت ہے اور مکمل شناخت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک عورت سامنے نہ ہو۔ مگر اس موقع پر بھی امکانی حدود تک پردہ کی مراعات نظر انداز نہیں کی گئی۔

صفا کی روایت ہے:

كتبت الى ابى محمد فى رجل اراد ان يشهد  
على امرأة ليس لها حجة هل يجوز له ان يشهد  
عليه وهى من وراء الستر يسمع كلامها اذا يشهد  
رجلان عند كان انها فلا نة بنت فلان التى  
تشهدك وهذا كلامها ولا يجوز له الشهادة حتى  
تتبرز ويثبتها بعينها فوقع عليه السلام  
تتنقب وتظهر للشهود.

میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں تحریری سوال بھیجا کہ ایک شخص کسی عورت کے متعلق گواہی دینا چاہتا ہے جو اس کی محرم نہیں ہے تو کیا اس صورت سے گواہی دینا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ پردہ کے پیچھے رہے اس طرح کہ یہ اس کی آواز کو سنتا ہو اور دو عادل شخص اس کی گواہی بھی دے دیں کہ یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق گواہی دینا چاہتے ہو اور یہ اسی کی آواز ہے یا اس وقت تک گواہی جائز نہیں جب تک کہ وہ



وہ اس تعداد میں جو نمازیوں کی جمعہ کے لئے ضروری ہے شمار نہ ہوگی۔“ (شرائع، ص ۲۵)

اپنی دوسری کتاب معتبر میں شرائطِ وجوبِ جمعہ میں ذکرِ ریت یعنی مرد ہونے کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے علیہا اجماع العلماء۔ (ص، ۲۰۵)

چوتھے عام اصول یہ ہے کہ گھر سے افضل مسجد خانہ، مسجد خانہ سے افضل مسجد محلہ اور مسجد محلہ سے افضل مسجد جامع ہے۔ یعنی جتنا اجتماع بڑھتا جائے اتنا ثواب زیادہ مگر عورتوں کے لئے فضیلت کے قدم برعکس جاتے ہیں۔ یعنی مسجد سے زیادہ ثواب گھر میں اور گھر کے صحن سے زیادہ ثواب اندر کمرے میں۔ اس میں پردہ کا خیال بالکل ظاہر ہے۔

علامہ حلی فرماتے ہیں:

ویکرہ للنساء الايتان الى المساجد لما فيه من التبرج اما نهی عنه قال الصادق خیر مساجد نسائكم البيوت۔

پانچویں نمازِ ظہر و عصر میں اخفات اور نمازِ صبح، مغرب اور عشاء میں جہر کا حکم ہے مگر عورت کے لئے ان نمازوں میں اخفات کی اجازت ہے اور نامحرم قریب ہو تو اخفات یعنی آہستہ پڑھنا معین ہے۔

چھٹے غسلِ میت۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک فریضہ اسلامی ہے جو بطور عبادت انجام پاتا ہے۔ اس لئے غسل دینے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے مگر مرد اور عورت کے باہمی پردہ کا خیال اتنا اہم ہے کہ اس شرط کو نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔

کتاب فقہ الرضاء میں جو خاتمۃ المحدثین علامہ سید حسن صدر رحمہ اللہ کی تحقیق میں دراصل محمد بن علی سلغانی کی کتاب التکلیف ہے اور بہر حال دوسری یا تیسری صدی ہجری کے تصانیف میں سے ہے لکھا ہے:

ان مات میت بین رجال نصاری و نساء

مسلمات غسلہ الرجال النصاری بعد ما یغتسلون وان کانت المیت امرأۃ مسلمة بین رجال مسلمین ونسوة نصرانیة اغتسلت نصرانیة وغسلتها۔

اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے اور بس عیسائی مرد موجود ہوں اور مسلمان عورتیں تو عیسائی مرد نہا کر اسے غسل دیں اور اگر عورت کا انتقال ہو اور بس مسلمان مرد ہوں اور عیسائی عورتیں تو عیسائی عورت نہا کر اسے غسل دے۔

جناب شیخ مفید طاب ثراہ مقتعہ میں فرماتے ہیں:

اذا مات رجل مسلم بین رجال کفار و نساء مسلمات لیس له فیہن ہجرم امر بعض الکفار بالغسل وغسلہ بتعلیم النساء غسل اهل الاسلام و كذلك ان ماتت امرأۃ مسلمة بین رجال مسلمین لیس فیہم لها ہجرم و نساء کافرات امرا لرجال امرأۃ منہن ان تغسلها و علموها تغسیلها علی سنة الاسلام۔

اس میں ”عیسائی کا ذکر نہیں بلکہ مطلق غیر مسلم کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ غسل دے اور اگر میت مرد ہے تو اسے غسل دینے والے کا فرم کو مسلمان عورتیں بتاتی جائیں کہ اس طرح غسل دو اور اگر میت عورت ہے تو غسل دینے والی کا فر عورت کو مسلمان مرد تعلیم دے دیں کہ یوں غسل دیا جائے۔“

انتہا ہے کہ اگر نابالغ لڑکی تین برس سے زیادہ کی ہو تو اسے مسلمان مرد غسل دے تو سکتے ہیں مگر حکم یہ ہے کہ:-

غسلوها فی ثیابہا و صبوا علیہا الماء وحنطوها بعد الغسل ودفنوها فی ثیابہا۔

اس کے کپڑے نہ اتاریں۔ کپڑوں کے اوپر سے غسل دیں اور بس پانی کے تریڑے ڈال دیں اور کپڑوں ہی کے اوپر سے حنوط لگا دیں اور ان ہی کپڑوں میں دفن کر دیں۔

(مقنعه مطبوعه طهران، ص، ۱۲)

ظاہر ہے کہ مردہ عورت اور نابالغ لڑکی کے متعلق وہ خطرات نہیں ہیں جو عورتوں کی بے پردگی میں عموماً خیال میں آسکتے ہیں۔ مگر یہ احکام انسانی ذہن میں اس خلیج کو مستحکم کرتے ہیں جو مردوں اور عورتوں کے پردہ کے لحاظ سے اسلام نے قائم کرنا چاہی ہے۔

مبسوط شیخ میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے اور محقق حلیؒ نے نہایت صاف الفاظ میں لکھا ہے:-

تغسل الكافرة البسلة اذا لم تكن مسلبة  
ولا ذورحم.

جب کوئی مسلمان عورت مرجائے اور محرم مرد موجود نہ ہو تو کافر عورت مسلمان عورت کی لاش کو غسل دے گی۔“

(شرايع الاسلام (مطبوعه طهران ص، ۹)

اور معتبر میں موصوف نے اگرچہ اس سے اختلاف کیا ہے کہ غیر مسلم غسل دے اس بنا پر کہ غسل میت کے لئے نیت کی ضرورت ہے اور کافر کی نیت صحیح نہیں۔

پھر بھی اس کی اجازت نہیں دیتے کہ عورت کو غیر مرد یا مرد کو غیر عورت غسل دے دے بلکہ فرماتے ہیں الاقرب دفنها من غیر غسل۔ ”قوی یہ ہے کہ بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے۔“

جس طرح اگر اتفاق سے مسلمان اور غیر مسلمان کوئی  
اس صنف کا موجود ہی نہ ہو تو اس صورت میں یہی فتویٰ ہے۔  
فرماتے ہیں:

وفي رواية يدفونها من غير غسل وهي المشهورة وعليها العمل لنا ان النظر الاجنبى محرم والغسل لا ينفك عن الاطلاع على ما يحرم وروى ابو الصباح الكنانى عن عبد الله عليه السلام فى الرجال يموت فى السفر فى ارض

چونکہ ابوحنیفہؒ کا اس صورت میں یہ قول ہے کہ اس صورت میں میت کو تیمم کرا دیا جائے اس کی رد میں محقق فرماتے ہیں:

واحتجاج ابى حنيفة ضعيف لان نظر الاجلبي محرم والمانع من الغسل مانع من التيمم وان كان الاطلاع مع التيمم قل لكن النظر محرم قليلا وكثيرة.

”ابوحنیفہ کا استدلال کمزور ہے اس لئے کہ غیر کی نظر پڑنا حرام ہے اور یہ مانع جس طرح غسل میں ہے اسی طرح تیمم میں بھی ہے بے شک تیمم میں کم اعضاء سے واقفیت پیدا ہوتی ہے مگر نظر بالکلیہ حرام ہے کم ہو یا زیادہ۔

(معتبر محقق علی مطبوعہ طہران، ص ۸۸)۔“

اس سے بڑھ کر پردہ کی اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے۔

(جاری)-----

# مقتل الحسینؑ سریشی م ۱۹ھ

مسلمانوں میں حسینؑ کی مصیبت بہت بڑی مصیبت سمجھی گئی (حریری م ۱۶ھ)

علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامونپوری

## حریری کے ایک مصرع کی تشریح

ابوالقاسم بن علی بن محمد بن عثمان حریری بصری عربی ادب کی دنیا میں بے حد مشہور شخص ہے۔ ۴۶ھ میں پیدا ہوا اور ۱۶ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

یہ چھٹی صدی ہجری کا مشہور شاعر و ادیب و متقی و مولف تھا۔ عربی افسانہ نگاروں کی صف میں یہ بہت مشہور شخص تھا۔ اس نے مشہور ادیب بدیع الزماں ہمدانی کی تخلیق کی۔ مقامات حریری کے نام سے اس کے عربی افسانے صدیوں سے نصاب تعلیم میں داخل ہیں۔ اس نے ابو زید سروجی کے فرضی کردار روپ میں اپنے سماج کے قاضیوں، عالموں اور ادیبوں کے مکروفریب کی تصویر کھینچی ہے۔ ان مقامات پر عبارت مسجع و مقفی ہے۔ لفظی صنعتوں کا اس میں ایک جنگل ہے۔ خصوصاً تور یہ و جناس کی بھرمار ہے۔ جگہ جگہ اس میں امثال و اشعار بھی چسپاں کئے گئے ہیں۔

حریری نے اپنے دسویں مقالے (رجیہ) میں ایک افسانہ لکھا ہے۔ ابو زید سروجی نے ایک امرد پرست قاضی کو اپنے بیٹے کے حُسن سے فریفتہ کیا اور بیوقوف بنا کر روپیہ وصول کیا۔ قاضی کو اس لڑکے کی محبت میں بڑا دکھ ہوا۔ حریری نے افسانے کے آخر میں قاضی کے غم کی سنگینی کا ذکر پانچ شعروں میں کیا ہے۔ آخری شعر میں اس نے کہا ہے کہ اتنا ہی شدید صدمہ ہوا ہے (معاذ اللہ) جیسے کہ مسلمانوں کو حسینؑ کے واقعہ کا شدید رنج و غم ہے۔

لئن جل ماعراک کما جلّ

## لدى المسلمین رذء الحسینؑ

دوسرے مصرعے میں حریری نے امام حسینؑ کی شہادت کو مسلمانوں کا سب سے بڑا غم بتایا ہے۔ یہ مصرعہ برجستہ نظم ہو گیا ہے۔ حریری کو قاضی کے غم کی سنگینی کے بیان کے لئے اس کو ایسے غم سے تشبیہ کی ضرورت تھی۔ جس سے زیادہ کوئی دوسرا غم سنگین نہ ہو۔ مسلم سماج کئی سو سال سے اس واقعہ کو اپنا سب سے بڑا غم سمجھتا تھا بدابہت۔ بغیر تامل کے حریری کی زبان پر یہ مصرعہ آ گیا۔

## کما جلّ - لدى المسلمین رذاء الحسینؑ

۱۶ھ سے کچھ پہلے تک اسلامی تاریخ میں جتنے غمناک واقعات گزرے ہیں۔ حریری کے بیان کے مطابق مسلمانوں کی نظر میں سب سے سنگین اور افسوسناک واقعہ کر بلا ہے۔

شعوری و نیم شعوری طور پر واقعہ کر بلا کی جڑیں ادب و شعر و حلقہ تاریخ و سیاست و اخلاق میں پیوست ہوتی رہتی ہیں۔ واقعہ اس قدر ہولناک، پردرد، الم انگیز و عبرت خیز تھا اور ذہن اس سے اتنا شدت سے متاثر تھا کہ غیر شعوری اور شعوری پیرایہ میں اس کے اظہار و بیان پر مجبور ہونا پڑا۔ غیر شعوری طور پر ذہنوں نے واقعہ کر بلا کی سوز و غمگینی ادب میں جس قدر گھول دی ہے اس کا بیان ایک وسیع ادبی جائزہ چاہتا ہے۔ نیم شعوری تاثر کی مثالیں بھی بے شمار ہیں۔ حسن و عشق کی داستان کے لئے عموماً غزل کی صنف سے کام لیا جاتا ہے۔ واقعہ کر بلا ایک تاریخی حقیقت ہے۔ ایک روحانی معراج ہے۔ ایک مقدس واقعہ ہے۔ غزل اور المیہ کر بلا کے موضوع پر وسائل بالکل الگ الگ ہیں۔ لیکن یہ ایسا

یہ کوئی کریں گے یہ شامی کریں گے  
حریری کے سامنے بھی مسلمانوں کی صدیوں کی زندگی میں  
واقعہ کربلا سے بڑا کوئی المیہ نہ تھا جس سے تشبیہ دے کر اپنے  
قطعہ غزل میں وہ قاضی کے صدمہ غم کی شدت بیان کرتا۔

### سریشی کا مقتل

حریری کے مقالات مشرق و مغرب کی ادبی دنیا میں پھیل  
گئے۔ اس کی مقبولیت اتنی بڑھی کہ علمائے ادب نے اس کی متعدد  
شرحیں لکھیں۔ منجد بھی وابن ظفر وغیرہ کی بھی شرحیں ہاتھوں میں  
تھیں کہ حریری کو ایک بڑا فقدان مل گیا جس نے بڑی محنت  
سے ان کی ضخیم شرحیں لکھیں۔

یہ ابوالعباس احمد بن عبدالمومن بن عیسیٰ بن موسیٰ بن  
عبدالمومن قیسی سریشی نحوی ہیں۔ ۱۹ھ میں ان کی وفات ہوئی  
تھی۔

یہ ماہر نجوم و حافظ لغات تھے۔ سریشی نے بہت سے ادبی  
کام کئے لیکن ان کا شاہکار مقامات حریری کی شرح ہے۔ یہ شرح  
دو جلدوں میں مصر میں شائع ہوئی تھی۔  
سریشی نے حریری کے مصرع

کما جل - لدی المسلمین رزء الحسین  
کی تشریح (۱/۱۳۸) میں نہایت اجمال کے ساتھ واقعہ  
کربلا بیان کیا ہے۔

### معاویہ کا انتقال اور اہل کوفہ کا امام کے نام دعوت نامہ

(۱) جب معاویہ کا انتقال ہو گیا، اہل کوفہ نے امام کے  
پاس خط لکھا۔ ہم نے اپنی جانیں آپ کی بیعت کے لئے وقف  
کردی ہیں۔ (قد جسنا انفسنا علی بیعتک)

### سوال بیعت، مکہ روانگی

(۲) امام سے مدینہ میں یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا  
ہے۔

### کوفہ کی سفارت

المیہ ہے جس سے ہر انسانی صنف متاثر ہوئی ہے۔ ہر درجہ کے  
لوگ غم کے اس آتش فشاں سے گزرے ہیں۔ اپنے اپنے حلقہ  
میں جب کوئی شدید غم سے دوچار ہوتا ہے اور اسے اس کی المناکی  
کے بیان کے لئے کسی ہوش ربا واقعہ سے سہارے کی ضرورت  
ہوتی ہے تو واقعہ کربلا سامنے آجاتا ہے۔ اس کی مثال میں عرب  
و فارس وارد اور دوسری زبانوں سے بے شمار شعر نقل کئے جاتے  
ہیں۔ ابوفراس بن سعید بن ہمدانی ۳۵۳ھ عربی شاعر اپنی ایک  
غزل میں کہتا ہے۔

### فخر مت قرب الوصیل منہ مثلھا

### حرم الحسین الماء وهو یراہ

قرب کے باوجود میں وصل سے اس طرح محروم رہا جس  
طرح حسینؑ پانی کو دیکھ رہے تھے اور پی نہیں سکتے تھے۔  
حافظ شیرازی نے کہا ہے۔

### آنچه جان عاشقان از دست بجزرت می کشد

### کس ندیدہ در جہاں جز کشتگان کربلا

سعدی شیرازی نے کہا ہے۔

### خام گویاں بسکہ می سازند معنی باشہید

### شد زمین شیر آخر چوں زمین کربلا

غالب نے کہا ہے۔

### بزم وترا شمع و گل خستگی بوترا ب

### ساز ترا زیر ویم واقعه کربلا

مہاراجہ جسونت سنگھ نے (۱۵۱۷ء) کہا ہے۔

ترپتے جو دیکھی ہیں لاشیں تو دل اب

ترے کوچے کو کربلا جانتا ہے

ذوق کا ایک شعر ہے۔

لکھوں جو میں کوئی مضمون زیر چرخ بریں

تو کربلا کی زمیں ہومری غزل کی زمیں

داع کا شعر ہے۔

کریں تم سے ہم بے رخی تو بہ تو بہ

علیک یا بن رسول اللہ قدمت خیر مقدم کہہ کر (قلبی مسرت کا اظہار کرتے رہے) جب وہ قصر کے پاس پہنچا۔ اس نے نقاب ہٹا دی۔ نعمان (گورنر) نے قصر کا دروازہ کھولا۔ مجمع نے شور مچایا ابن مرجانہ آ گیا۔ ”مجمع نے اس پر کنکریاں پھینکیں۔ وہ ان سے بچ کر قصر میں داخل ہو گیا۔

### حضرت مسلمؓ کی شہادت

(۸) اس نے حضرت مسلمؓ کی گرفتاری کے لئے آدمی مقرر کر دیئے۔ حضرت نے منصور کا نعرہ لگایا۔ یہ ان لوگوں کا قومی نعرہ تھا۔ فوراً اٹھارہ ہزار کو فی جمع ہو گئے۔ مجمع نے (ابن زیاد کا) قصر گھیر لیا۔ کچھ دیر لڑائی ہوتی رہی۔ شام نے حضرت مسلمؓ کے ساتھ صرف سو آدمی رہ گئے۔ یہ بھی چلے گئے۔ یہ قبیلہ کندہ کے لئے کی طرف بڑھے۔ وہاں پہنچتے پہنچتے صرف تین آدمی رہ گئے۔ آخر کوئی نہ رہا۔ وہ حیران تھے کہ کدھر جائیں وہ گھوڑے سے اترے اور کوفہ کی گلیوں میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ محمد بن اشعث کی کنیز کے دروازے پر پہنچے اس سے پینے کو پانی مانگا۔ اس نے پانی پلا دیا۔ حضرت مسلمؓ نے اسے اپنا حال بتایا۔ اس کا دل پسینا! انھیں پناہ دی اس نے محمد بن اشعث کو بتایا کہ مسلمؓ میرے یہاں مہمان ہیں۔ محمد بن اشعث نے ابن زیاد کو خبر دی اس نے ان کے گرفتار کرنے کے لئے ستر آدمی اس کے ساتھ روانہ کر دیئے فوج نے انھیں گھیر لیا۔ مسلمؓ نے اس سے جنگ کی۔ محمد بن اشعث نے ان کو امان دی اور ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ اس نے ان کو قتل کر دیا سر یزید کو بھیج دیا۔ لاش کو سولی دی۔

### امامؓ کو اس سانحہ کی خبر

(۹) امامؓ جب مقام قادسیہ میں پہنچے تو آپ کو حضرت مسلمؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ آپ نے واپس ہونا چاہا تو مسلمؓ کے بھائیوں نے کہا ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک یا تو قتل نہ ہوں گے یا اپنا عوض نہ لے لیں۔ امام نے فرمایا تمہارے بعد زندگی بے لطف ہے۔

### حر کی فوج آگئی

(۳) امامؓ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کر دیا اور فرمایا جو کچھ ان لوگوں نے لکھا ہے اگر صحیح ہے تو مجھے لکھنا میں آ جاؤں گا۔

(۴) ۱۵ رمضان کو مسلمؓ مکہ سے روانہ ہوئے اور ۵ شوال کو کوفہ پہنچ گئے۔

(۵) اٹھارہ ہزار کو فیوں نے ان کی بیعت کی۔ اس کی اطلاع مسلمؓ نے امام حسینؓ کو دے دی۔

### امامؓ کی مکہ سے روانگی

(۶) جناب امامؓ نے مکہ سے سفر کا ارادہ کیا تو عبد اللہ بن عباسؓ آپ سے ملے اور کہا اہل عراق غدار ہیں۔ آپ کو جنگ کے لئے بلارہے ہیں۔ امامؓ نے فرمایا مسلمؓ نے لکھا ہے کہ سب مجھ پر متفق ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا آپ انہیں آزما چکے ہیں یہ آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھی ہی تو ہیں۔ اور کل یہ امیر کے ساتھ ہو کر آپ ہی سے لڑیں گے۔ جب ابن زیاد کو آپ کی آمد کی خبر ہو گئی تو انھیں ابھارے گا۔ اس وقت جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا ہے وہ آپ کے دشمن سے زیادہ سخت مخالف ہو جائیں گے۔ اگر آپ نہ مانیں تو ضرور جائیں۔ عورتوں بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ اس طرح قتل نہ کئے جائیں جیسے عثمان قتل کئے گئے تھے اور ان کے اہل و عیال ان کے قتل کا منظر دیکھ رہے تھے۔

امامؓ نے ان کے جواب میں فرمایا لان اقتل بموضع کذا احب الی من استحل بمکة۔

میں کسی دوسری جگہ قتل کیا جاؤں مجھے پسند ہے بجائے اس کے کہ میں مکہ کی حرمت ضائع کروں۔

### ابن زیاد کوفہ میں

(۷) یزید کو حضرت مسلمؓ کی آمد کی خبر پہنچی۔ اس نے عبد اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ وہ فوراً اپنے خدم و حشم کے ہمراہ کوفہ پہنچ گیا۔ وہ نقاب پوش تھا۔ لوگ امام حسینؓ کی آمد کے منتظر تھے۔ ابن زیاد مجمع کو سلام کرتا رہا۔ لوگ السلام



انی تسلت الہلک لحجیا  
فمتلت خیر الناس امأ و ابا  
میرے پیالے کو سونے چاندی سے بھر دے۔ میں نے  
نقاب پوش بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ ماں باپ کے لحاظ سے جو بہترین  
انسان تھا اسے قتل کیا ہے۔

### سر مبارک یزید کے پاس

(۱۳) ابن زیاد نے امام کا سر مبارک یزید کے پاس بھیج  
دیا۔ جب سر پہنچا تو دربار میں اس وقت ابو برزہ سلمی صحابی بھی  
موجود تھے۔ یزید چھڑی سے امام کے دہن سے بے ادبی کرنے  
لگا۔ اس وقت شعر پڑھتا جاتا تھا۔

تفلت ماصا من رجال اعذة  
علینا وهم لا نوا اعفد اظلمبا  
ہم نے ایسے لوگوں کا سر چور کیا ہے۔ جو ہماری نظر میں  
بہت محترم تھے لیکن یہ (معاذ اللہ) بہت نافرمان اور ظالم تھے۔  
ابو برزہ نے کہا اپنی چھڑی ہٹالو، میں نے رسول خدا کو اس  
کے دہن کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔

۶۱ھ امام کی شہادت عاشور کے دن ۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ  
کے ساتھ ستاسی آدمی شہید ہوئے۔ ان میں سے آپ کے فرزند  
علی اکبر اور بھتیجوں میں عبداللہ وقاسم والوبکر تھے۔ آپ کے  
بھائیوں میں عباس، عبداللہ، جعفر، محمد، عثمان تھے چچیرے  
بھائیوں میں جعفر و محمد و عون فرزند ان عبداللہ بن جعفر تھے۔ عقیل  
کی اولاد سے عبداللہ و عبدالرحمن و جعفر تھے۔

### دفن

قتل کے دن بعد اہل قادسیہ نے دفن کیا۔

### دشمن کے مقتول

امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے دشمن کے اٹھاسی  
۸۸ آدمی قتل کئے۔

### سریشی کے بیان کی تنقید

کر بلا کا بے حد سرسری ذکر کیا ہے۔ یہ بیان کسی تاریخی

(۱۰) امام نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ ابن زیاد کی  
فوج آگئی۔ اس کا سردار عمر بن سعد ابن وقاص ماجربن یزید راہی  
(تھا اس نے کربلا کی طرف راستہ موڑ دیا۔ اس کے ساتھ پانچ سو  
سوار تھے۔ جب فوج بہت ہوگئی تو امام نے خدا سے عرض کیا۔

اللهم احکم بنیاد بین قوم و عوناً  
لنصر وناثم ہم یقاً تلوننا پروردگار! ہمارے اس قوم  
کے درمیان فیصلہ کر دے جس نے ہمیں نصرت کے وعدے سے  
بلا یا۔ پھر وہی ہم سے جنگ کرنے لگی۔

### فوج کے سامنے امام کی تقریر

پھر امام نے اپنی قوم کے سامنے تقریر کی یا عباد اللہ  
اتقول اللہ وکونوا من الدنیا علی حذر فان الدنیا  
لو بقیة علی احدا وبقی علیہا احد لکالو وحق بہا  
وبالبقا غیرن اللہ خلتہا للعتا مجدید ہا بال  
ونعیہا مضحل و سرور ہا مکفہم۔

والدار فلقہ واسمنزل تکعة۔ فتز روافان  
خیر الفار والتقوی واتقوا اللہ لعلکم تغلحون۔

خدا کے بندو! خدا سے ڈرو اور دنیا سے ہوشیار رہو اگر دنیا  
کسی کے لئے باقی رہ سکتی یا کوئی دنیا میں باقی رہ سکتا تو انبیاء اس  
کے لئے زیادہ حق دار تھے۔ کہ ان کے لئے دنیا باقی رہتی اور وہ  
ہمیشہ باقی رہے لیکن اللہ نے دنیا کو فنا کے لئے پیدا کیا ہے کہ نئی  
چیزیں کہنے ہوں گی اس کی نعمت مضحل ہوگی۔ اس کی خوشی ختم ہوگی  
گھر چھوٹنے والا ہے۔ پس توشہ حاصل کرو اور بہترین توشہ تقوی  
ہے۔ اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

### جنگ اور شہادت

(۱۲) پھر حضرت نے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے  
آپ کے جسم پر ۳۳ زخم تیر کے اور ۳۴ تلوار کے لگے تھے۔  
حضرت کو سنان بن انس نخعی نے شہید کیا۔ امام کا سر جسم سے جدا  
کیا فوراً ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ یہ شعر پڑھا۔

اوقر کابی نصة وذهباً

سریشی کی عبارت میں یہ ہے کہ امامؑ کوراستے میں جس فوج نے روکا تھا۔ اس کا سردار عمر بن سعد تھا۔ یہ کتاب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ سریشی کو اتنا ناواقف سمجھنا مشکل ہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ حرکی فوج امامؑ کوراستے میں ملی تھی اور عمر بن سعد امامؑ کے کربلا پہنچنے کے بعد آیا۔

سریشی نے امامؑ کو جو تقریر کر بلا میں فوج یزید کے سامنے درج کی ہے وہ حافظہ کی مدد سے لکھی۔ اس میں امامؑ کی تقریر کے بعض اصلی الفاظ ہیں۔ اور بعض مفہوم سریشی نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے۔

سریشی کی اختصار پسندی نے واقعہ کے بعض ضروری اجزا نظر انداز کر دیئے ہیں۔ مثلاً اسیران آل محمدؑ کا کربلا یا کوفہ یا شام میں بھی اشارتاً ذکر نہیں کیا۔ (۱)

(۱) مقابل کی تدوین کی تجویز۔ واقعہ کربلا کے بعد اب تک حسب مقتل نگار۔ مورخ، فقیہ، متکلم ادیب و شاعر مسلم وغیر مسلم دوست اور دشمن مختلف دوروں میں جس طرح واقعہ کربلا بیان کیا ہے اسے تحقیق و تنقیح سے شائع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ واقعہ پر تفصیلات زیادہ سے زیادہ صحت و وثوق اور تاریخی لب و لہجہ میں بیان کئے جائیں۔ بعض مقاتل ترتیب دے گئے ہیں اور شائع ہو گئے ہیں۔ ابھی بڑا ذخیرہ باقی ہے جب تک یہ مقاتل سامنے نہیں آتے تاریخ کے تضاد و اختلاف پر قابو پانا مشکل ہے۔ واقعہ کربلا کی علمی و تاریخی ترتیب اور مقاتل کی تدوین و تشریح و تنقیح عصر حاضر کا اہم کام ہے۔ عزا داری اب نئے رخ اختیار کرتی جا رہی ہے اب خواص میں اس سے دلچسپی بڑھے گی۔ یورپ و ایشیا کے تازہ فکر و مورخ و مفکر اس پر کتابیں ترتیب دیں گے۔ اس لئے ہم کو جلد سے جلد کربلا کے تاریخی مواد کو اس طرح مرتب کر دینا چاہئے جس طرح ہم صحیح سمجھتے ہیں۔ تاکہ دوسروں کو سچائی کی تلاش میں پوری پوری مدد ملے۔

(ماخوذ از ماہنامہ نظارہ لکھنؤ ابوالفضل العباس نمبر اپریل ۱۹۶۷ء ص



(۳۵/۳۹)

مطالعہ کا نتیجہ نہیں ہے یہ ادیب تھے مورخ نہ تھے۔ لیکن واقعہ کربلا کی عظمت و شہرت نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا کہ اتنے سرسری معلومات کے ذخیرے سے جس کا ذہن خالی نہیں ہے۔

سریشی نے واقعہ کے بیان میں ضرورت سے زیادہ اجمال سے کام لیا ہے اس لئے کہیں کہیں سلسلے کی ضروری کڑیاں نوٹ کی گئی ہیں مثلاً ان کے بیان سے یہ وہم ہوتا ہے کہ امامؑ کی کوفہ کو روانگی ان خطوط کی بنا پر ہوئی۔ معاویہ کے انتقال کے بعد جو اہل کوفہ نے امامؑ کو لکھے تھے۔ حالانکہ معاویہ کی وفات کے بعد کوئی خط اہل کوفہ کا امامؑ کو مدینہ میں نہیں ملا۔ بلکہ آپ جب مکہ چلے گئے اور یہ شہرت ہوئی کہ امامؑ سے بیعت پر اصرار کیا جا رہا ہے اور امامؑ انکار کر رہے ہیں۔ تو اہل کوفہ نے امامؑ کو خط لکھے۔ اپنے سفیر بھیجے جس کی بنا پر امامؑ نے حضرت مسلم بن عقیل کو تحقیق احوال کے لئے بھیجا۔ جب حضرت مسلمؑ کا خط آگیا اور یہ معلوم ہوا کہ اہل کوفہ کی اکثریت امامؑ کی رہنمائی چاہتی ہے تو آپ نے سفر کی تیاری کی۔ ابن عباس نے جب امامؑ کو سفر نہ کرنے کا مشورہ دیا تو حضرتؑ نے فرمایا۔

لان اقتل بموضع کذا احب الی ان استحل بمسکة  
اگر میں فلاں جگہ قتل کیا جاؤں تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے  
بجائے اس کے کہ میں مکہ کی حرمت ضائع کروں۔

اگرچہ سریشی نے یہ اقتباس بہت مجمل کیا ہے۔ پھر بھی اس سے ان تفصیلات کی تلاش کی طرف ذہن متوجہ ہو جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں یزید نے جاسوس پھیلا دیئے تھے اور انتظام یہ تھا کہ حج کے موقع پر امامؑ کو مکہ میں سازش سے قتل کر دیا جائے۔ امامؑ کا اچانک مکہ سے سفر جب کہ لوگ دوسری سے جگہ مکہ حج کے لئے آرہے تھے۔ قتل کی سازش کا نتیجہ تھا جس کا ذکر امامؑ نے ابن عباس سے کیا۔ ابن عباس کے پاس امامؑ کے اس عذر کا کوئی جواب نہ تھا۔ سریشی نے لکھا ہے کہ محمد بن اشعث نے حضرت مسلمؑ کو اپنے گھر میں پناہ گزیں کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن محمد بن اشعث کو علم ہو گیا۔

# مرثیہ درحال حضرت امام حسین و حضرت عباس علیہما السلام (بند ۲۵۸)

دعبل ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذالآخر اجتہادی

(۱)

ترنیں بزمِ دہر ہے ضو مہر و ماہ کی  
ہے اک سے نور ایک سے قوت نگاہ کی  
قبضے میں سلطنت ہے سپید و سیاہ کی  
روشن نشانیاں ہیں کسی جلوہ گاہ کی

پر ضو چراغ کر دیئے لیل و نہار کے  
رخ پر کسی حسین نے تصدق اُتار کے

(۲)

دن پر کوئی فدا تو کوئی ہے نثار شب  
اک سے فضائے روز ہے اک سے بہار شب  
مالک کوئی ہے دن کا کوئی ورثہ دار شب  
اک تاجدارِ روز ہے اک شہر یار شب

بیٹھے ہوئے عمل ہیں ہر اک بادشاہ کے  
جاری ہیں سگے آٹھ پہر مہر و ماہ کے

(۳)

ہے دورِ مہر و ماہ میں آفت کا انقلاب  
ٹھنڈک کسی ضیا میں، کسی ضو میں التہاب  
گویا یہ کہہ رہا ہے ہر اک نور کا شباب  
سوزش میں بے عدیل، برودت میں لا جواب

ہیں دو مثالیں حسن، عدیم المثال کی  
تصویر ایک رحم کی، اک ہے جلال کی

(۴)

دونوں ہیں سرد و گرم پہ مشغولِ اہتمام  
اک مہر باکمال ہے اک ہے مہ تمام  
قدرت سے ملتی رہتی ہے توقیر صبح و شام  
دن کا کوئی رسول کوئی رات کا امام

کرتا ہے صاف صاف ہر اک کی ثنا کوئی  
شمس الضحیٰ کوئی ہے تو بدرالدجی کوئی

(۵)

گردوں پہ مہر و ماہ کے شہرے ہیں دور دور  
یکساں ہے شرق و غرب تک افلاک سے مرور  
اللہ نے دلوں میں ودیعت کئے ہیں نور  
چہروں کے آئینوں میں امانت ہے برقی طور

شکلیں فلک پہ کہہ رہی ہیں مہر و ماہ کی  
مخفی تجلیاں ہیں کسی جلوہ گاہ کی

(۶)

گردوں پہ جن کا حسن نرالا ہے وہ حسین  
گودی میں جن کو ناز نے پالا ہے وہ حسین  
خود نور جن کے چہروں کا ہالا ہے وہ حسین  
اللہ جن کا دیکھنے والا ہے وہ حسین

ہیں وہ کہاں محل جو کسی دل کو شک کے ہیں  
تا بندہ نجمِ قسمتِ اہلِ فلک کے ہیں

(۷)

مست شراب حسن ہیں خورشید و ماہتاب  
ضودینے والے رخ ہیں زمانے میں لاجواب  
پہلے فلک کا اُلٹے ہوئے ہے کوئی حجاب  
ہے کوئی چار پردوں کے پھاڑے ہوئے نقاب  
قوت نظر کو چاہئے دیدارِ حُسن میں  
دو نور بے حجاب ہیں بازارِ حسن میں

(۸)

تاثرِ مہر و ماہ نگاہوں سے پوچھئے  
اس گرم و سرد دہر کو آہوں سے پوچھئے  
ضوکس کی تاحل گئی شاہوں سے پوچھئے  
یہ کس کی جلوہ گاہ ہے راہوں سے پوچھئے  
رفرف کا راستا ہے کہ دوش رسول کا  
احمد کا ہے یہ اوج کہ زوجِ بتول کا

(۹)

یہ تو سمجھ چکے ہیں کہ دو رخ ہیں لاجواب  
قدرت کی دو ضیائیں ہیں گردوں پہ انتخاب  
کھلتا نہیں ہے حال تو بے حد ہے اضطراب  
منسوب کس سے مہر ہے اور کس سے ماہتاب  
اہلِ جہاں میں دھوم ہے ہر جلوہ گاہ کی  
دو چہروں پہ نقاب ہے خورشید و ماہ کی

(۱۰)

تابندگی مہر میں صورت نما ہے کون  
آنکھیں نہ جس کو دیکھ سکیں وہ ضیا ہے کون  
دستِ شعاع کو سب مدعا ہے کون  
قدرت کہے تو سمجھیں کہ شمس الضحیٰ ہے کون  
اک ہو تو دل کہے کہ یہ بجلی ہے طور کی  
دو شکلیں سامنے ہیں برابر کے نور کی

(۱۱)

جلوے نے کس کے برق سر طور کر دیا  
کس بادشاہ نے شہِ جمہور کر دیا  
کس رخ کی چھوٹ نے ہم تن نور کر دیا  
پائے ہوئے جمال نے مغرور کر دیا  
کس رخ پہ ہم نثار ہیں آہیں سمجھ گئیں  
ضو کی نقاب اُلٹ کے نگاہیں سمجھ گئیں

(۱۲)

ظاہر کسی کا حُسن ہے پردا کسی کا ہے  
جلنا کسی کے دل کا تماشا کسی کا ہے  
سینے میں کھولتا ہوا دریا کسی کا ہے  
کہتی ہے دل کی آگ کہ شیدا کسی کا ہے  
چہرے پہ صاف نقش کسی پُر اثر کے ہیں  
وہ نامرادیاں ہیں جو چھالے جگر کے ہیں

(۱۳)

ضو سے چمک رہا ہے سنہرا نگلیں کوئی  
سیاحِ شرق و غرب ہے گوشہ نشین کوئی  
زینت میں محو رہتا ہے دن بھر حسین کوئی  
اس آئینہ میں دیکھ رہا ہے جبین کوئی  
تا حشر اس جمال کا پردا نہ جائے گا  
چہرے کے سامنے سے ہٹایا نہ جائے گا

(۱۴)

گردشِ فلک پہ مہر کو قلبِ حزیں نے دی  
تاثرِ سوزِ عشقِ رخِ آتشیں نے دی  
بڑھتی ہوئی ضیا کسی پردہ نشین نے دی  
کہتا ہے کوئی نورِ تجلی ہمیں نے دی  
دل لاکھوں اپنے حسن سے تڑپائے جاتے ہیں  
صدقہ جنہیں ملا ہے وہ اترائے جاتے ہیں

(۱۵)

مخفی یہ جس کے رخ کا اشارا ہے کیا وہ نور  
جو بحرِ حُسنِ خلق کا دھارا ہے کیا وہ نور  
عرشِ الہ کا جو ستارا ہے کیا وہ نور  
خود ذاتِ کبریا کو جو پیارا ہے کیا وہ نور  
باطن میں ہے قریب تو ظاہر میں دور ہے  
آخر یہ کس حسین کے چہرے کا نور ہے

(۱۶)

آواز دی یہ مہر نے ہاں ہاں وہی ہوں نور  
ہے جوازل سے دست و گریباں وہی ہوں نور  
تھے جس سے غش میں موسیٰ سمران وہی ہوں نور  
جس نور پر خدا بھی ہے نازاں وہی ہوں نور  
عزت عطا فلک پہ ہوئی سرمدی مجھے  
حق نے دیا ہے نورِ رخِ احمدی مجھے

(۱۷)

ہے فخر ادھر یہ مہر کو نازاں ادھر ہے ماہ  
قرباں مرے جمال پہ عالم کی ہے نگاہ  
میرے کمالِ حُسن پہ ذات اس کی ہے گواہ  
وہ کس کا آستاں ہے جو ہے میری سجدہ گاہ  
مشکل کو سہل کرتا ہے یہ عشق کرب میں  
کعبہ کو دیکھتا ہوا جاتا ہوں غرب میں

(۱۸)

یوں میرا رخ کئے ہیں زمیں آسماں پسند  
ہو جیسے حور کو گلِ باغِ جنات پسند  
چہرے کی وضو ہوئی ہے کہاں سے کہاں پسند  
وہ نور کیا، کریں جسے اہلِ جہاں پسند  
دنیا تمام کب ہے خریدارِ مصر میں  
یہ حُسنِ یوسفی نہیں بازارِ مصر میں

(۱۹)

وہ کیا جمالِ رخ جو کہیں ہو کہیں نہ ہو  
روشن زمیں تو وضو سے ہو، چرخِ بریں نہ ہو  
میں جس پہ ہوں نثار وہ میرا حسین نہ ہو  
پھر چمکے برقی طور جو دل کو یقیں نہ ہو  
حد کی ترقیاں ہوں اگر امتحان میں  
اک نور کا تنق ہو زمیں آسماں میں

(۲۰)

کچھ بھی مقابلہ کی دلوں کو اگر ہو تاب  
چاہے جسے خدا وہ جہاں میں ہو کامیاب  
ہوں جن کے جن کے حسنِ زمانہ میں لا جواب  
آئیں وہ اپنے رخ سے ہٹائے ہوئے نقاب  
لے امتحان کوئی تو تمنا کوئی بنے  
بجلی کوئی جمال، تو موئی کوئی بنے

(۲۱)

دل امتحانِ حُسن پہ مائل کوئی تو ہو  
اس جلوہ گاہِ خلق میں داخل کوئی تو ہو  
دنیا کی رات کا مہِ کامل کوئی تو ہو  
زلفیں ہٹا کے رخ سے مقابل کوئی تو ہو  
ہو کیوں حیا سے رخ پہ حجابِ آستین کا  
چمکے فلک کی طرح ستارہ زمین کا

(۲۲)

ہو امتحان اگر تو بڑھے اور حوصلہ  
ہر جنس اپنا اپنا سمجھ لے گی فیصلہ  
میں صاحبانِ حُسن کا دیکھوں تو ولولہ  
زلفوں کا شب سے رخ کا ہو رخ سے مقابلہ  
بڑھ جائے مجھ سے جو وہ نرالا حسین ہے  
کہہ دے گی رات گیسوؤں والا حسین ہے



(۲۳)

حالانکہ مجھ پہ حسن کرے گا نہ کامیاب  
ناکارہ وہ بھی ہے جو زلیخا کا ہے شباب  
پیشِ نظر ہے حضرتِ مریمؑ کا انتخاب  
وہ کون ہے حسین جو مرے رخ کا دے جواب  
دیکھا جسے کلیم نے وہ برق طور ہوں  
بنتِ اسد کے بطنِ مبارک کا نور ہوں

(۲۴)

پایا کبھی جو نقص ملا اور دل کو چین  
اس معجزہ کی دھوم ہوئی تا بہ مشرقین  
شق القمر سے کم نہ ہوئی ضو کی زیب و زین  
دو ہو کے ہو گیا میں شہیدینِ عادلین  
کچھ اور شان بڑھ گئی زوجِ بتولؑ کی  
حیدرؑ کی طرح میں نے مدد کی رسولؑ کی

(۲۵)

ضو میری مہر چرخ سے گو کم ہنوز ہے  
خورشید کی جہاں میں ضیا حُسنِ سُوز ہے  
مجھ سے سوا تجلیِ عالم فروز ہے  
حاکم میں رات کا یہ شہنشاہِ روز ہے  
حق کی عطا سے حسن کی منزل تھی تو ہے  
اپنے کمال حسن میں کامل تھی تو ہے

(۲۶)

رہتا ہے ساتھ مہر کے جلوہ تمام دن  
ہے شہریارِ عالمِ بالا تمام دن  
قابو میں ہے حکومت دنیا تمام دن  
تختِ زبرجدی پہ ہے قبضہ تمام دن  
پہنچا ہوا ہے حکمِ فقیروں سے شاہِ تک  
قبضہ ہے رخ کے نور کا ماہی سے ماہِ تک

(۲۷)

ہے میری ضو بھی چرخ پہ ممنونِ آفتاب  
کرتا ہوں یوں فلک پہ تجلی کا اکتساب  
جس طرح ہو امامِ وصایت سے کامیاب  
عالم میں انحصارِ رسالت ہے انتخاب  
سینے میں ضو فگن ہے مرا دل اُسی طرح  
ہوں میں کمالِ نور میں کامل اُسی طرح

(۲۸)

کب کبر ہے پسندِ خداوندِ ذوالجلال  
اک دن میں حسنِ مہر کا رہتا نہیں کمال  
وقتِ غروبِ قلب کا کھلتا ہے انفعال  
نورِ رخِ نبیؐ سے بہت دور ہے زوال  
گردوں پہ ہے اگر تو تغیر کا فصل ہے  
جو نقل ہے وہ نقل ہے پھر اصل اصل ہے

(۲۹)

ہو یہ کہیں نہ ناز کہ سلطان ہمیں تو ہیں  
نورِ نبیؐ سے مہرِ درخشاں ہمیں تو ہیں  
رخ کی تجلیوں کے نگہاں ہمیں تو ہیں  
فرماں روائے ملکِ سلیمانؑ ہمیں تو ہیں  
پہنچیں تعلّیاں نگہِ انفعال تک  
لایا کوئی کمال کو حدِ زوال تک

(۳۰)

حالِ غروبِ مہر ہے عالم پہ منجلی  
خورشید کے جو قلب کو ہوتی ہے بے کلی  
امدادِ مہر کرتا ہے اللہ کا ولی  
جیسے مددِ نبیؐ کی ہو واجبِ پئے علیؑ  
آہستہ اوجِ چرخ سے لاتے ہیں مہر کو  
وقتِ غروب آ کے بچاتے ہیں مہر کو

(۳۱)

کرتے ہیں سب پسند اگر بات ہو بھلی  
شاخِ زوال تک جو گئی نور کی کلی  
ضو بن کے آرزوئے جگر یوں ہے منجلی  
مغرب میں دل گرا تو صدا دی علیٰ علیٰ  
ہے قولِ مہر تیرے سوا التجا نہیں  
ہے نا خدائے کشتی دل گر خدا نہیں

(۳۲)

مخصوص ہو یہ حُسنِ عقیدت مرے لئے  
اک یہ بھی یا علیٰ ہو فضیلت مرے لئے  
عزت رہے گی تا بہ قیامت مرے لئے  
سجدہ ترے لئے ہے تو رجعت مرے لئے  
دم بھر سکوں تغیر لیل و نہار لے  
اپنی نماز کے لئے مجھ کو پکار لے

(۳۳)

رخ کی چھپی ہوئی میں تجلی دکھا کے جاؤں  
تختِ زبرجدیٰ فلک سے پھر آ کے جاؤں  
سائے سے قد کے دھوپ میں تو قیر پا کے جاؤں  
دستِ شعاع سے میں مصلے بچھا کے جاؤں  
مغرب میں جب چھپوں تو ترقی ہو شام کی  
غل ہو نمازِ عصر علیٰ نے تمام کی

(۳۴)

اللہ یہ نمازِ علیٰ کا ہے اہتمام  
بگڑا طلوع مہر سے عالم کا انتظام  
فورن وہ دن ہوئی جو نظر آرہی تھی شام  
پر عین وقتِ عصر فریضہ ہوا تمام  
حیدر سے تھا جو اُنس وہ حق نے دکھا دیا  
مغرب کو کردگار نے مشرق بنادیا

(۳۵)

تھے انقلاب چرخ کے بدلے ہوئے رسوم  
تھا ایک شوق کون و مکاں میں علیٰ العموم  
اک جا تھا ساکنانِ سموات کا ہجوم  
تھی اس نمازِ عصر کی ساتوں فلک پہ دھوم  
عزت علیٰ کی اور بھی کی حق کے راز نے  
مغرب سے آفتاب کو پھیرا نماز نے

(۳۶)

کیا تابِ مہر جو سرِ چرخ بریں نہ ہو  
یہ وہ ضیا نہیں جو کہیں ہو کہیں نہ ہو  
ہو جو خوشی سے دور وہ قلبِ حزیں نہ ہو  
گر اس نمازِ عصر کا دل کو یقیں نہ ہو  
گردوں کا راز جلوہ نمائی سے پوچھئے  
دنیا پلٹ پڑی ہے خدائی سے پوچھئے

(۳۷)

سجدے علیٰ کے مہر منور سے پوچھئے  
عزت خدا کی دی ہوئی حیدر سے پوچھئے  
کیونکر پڑھی نماز بہتر سے پوچھئے  
امت کا ظلم سبطِ پیغمبر سے پوچھئے  
بے جرم مصطفیٰ کے نواسے کا سر کٹا  
سجدے میں تین روز کے پیاسے کا سر کٹا

(۳۸)

مشہور ہے یہ معرکہ ارضِ کربلا  
سن ساٹھ میں ہے ماہِ محرم کا واقعہ  
آیا حجاز سے جو غریبوں کا قافلہ  
ایک ایک میہماں شبِ عاشور تک رہا  
حق کی طرف سے خلق کے مختار تھے حسینؑ  
اُس قافلہ کے قافلہ سالار تھے حسینؑ

(۳۹)

پہنچا جو کربلا میں دل و جانِ مصطفیٰ  
آنے لگے یزید کی جانب سے اشقیا  
افواج کی چھٹی سے نہ تھی کوئی انتہا  
تھا اژدہام امتِ محبوبِ کبریا  
جس بھیڑ کا ہے ذکر مسلمان اُسی میں تھے  
اُسی ہزار قارئِ قرآن اُسی میں تھے

(۴۰)

دینِ خدا کی خلق میں عزت سمجھتے تھے  
حکمِ رسول و حکمِ شریعت سمجھتے تھے  
شانِ امام و اہلِ جماعت سمجھتے تھے  
کعبہ سے منہ کا پھیرنا بدعت سمجھتے تھے  
تھے دل کو حفظ مسئلے فقہ و اصول کے  
احکام جانتے تھے خدا و رسول کے

(۴۱)

پہناں صفوفِ فوج میں تھے حیلہ سازِ صبح  
بتلا رہا تھا ظلم کو وقتِ درازِ صبح  
سجدوں سے غازیوں کے کھلے اور رازِ صبح  
دنیا پہ آشکار ہے حالِ نمازِ صبح  
پڑھ کر کلامِ ربّ جہاں دشمنی کریں  
ظالم نمازِ صبح میں تیر افگنی کریں

(۴۲)

وعدے یہ تھے یزید سے کرنا ہمیں غنی  
دولت نے کی تھی دین کی گھر بیٹھے رہزنی  
احکامِ کردگار سے رہتی تھی بدظنی  
آلِ رسولِ پاک سے اللہ رے دشمنی  
کس نے خیالِ سرورِ عالی ہم کئے  
اعدا نے ہر نماز پہ ظلم و ستم کئے

(۴۳)

کیا غم اُٹھائے فاطمہؑ کے نورِ عین نے  
کس طرح شہ کا رنج کیا مشرقین نے  
عالم پہ کیا اثر کیا زینبؑ کے بین نے  
کیونکر نمازِ عصر ادا کی حسینؑ نے  
آندھی سیاہ رن میں اُٹھی فرق کٹ گیا  
بس انتہا یہ ہے کہ زمانہ پلٹ گیا

(۴۴)

سنئے نمازِ ظہر کا اب مجھ سے واقعہ  
مشغولِ حرب و ضرب تھے سلطانِ کربلا  
جب وقتِ ظہر رن میں فضیلت پہ آگیا  
بڑھ کر ابو ثمامہ نے مولّا سے یہ کہا  
دل کی قبولِ امام اگر التجا کریں  
ہم آخری نمازِ جماعت ادا کریں

(۴۵)

گو اوج پر تھی سوزشِ قلبِ گدازِ ظہر  
مخفی نہ رہ سکا شہ والا سے رازِ ظہر  
گردوں کو دیکھ کر جو کیا امتیازِ ظہر  
فرمایا ہے یہ اوّل وقتِ نمازِ ظہر  
آگاہ تم نے کر دیا مجھ تشنہ کام کو  
لکھے خدا نماز گذاروں میں نام کو

(۴۶)

ارشاد پھر یہ کرنے لگے سیدِ العرب  
ہے ظلمِ فوج ترکِ عبادات کا سبب  
یوں تو ادا نہ ہوگی کبھی بندگیِ رب  
پہلے سپاہِ شام سے مہلت کرو طلب  
کیوں اہلِ شام و روم فریضہ قضا کریں  
ہم اپنی اور وہ اپنی نمازیں ادا کریں

(۴۶)

یہ کہہ کے چپ ہوئے جو شہ آسماں وقار  
چھیڑا حبیب نے طرفِ فوج راہوار  
آواز دی کہ اے پسرِ سعد نابکار  
پڑھ لے نمازِ ظہر تو کر جم کے کارزار  
رن میں صفوف باندھ تو افواجِ شام کے  
ہم سب نماز ادا کریں پیچھے امام کے

(۴۸)

ابنِ نمیر تھا جو قریبِ سپاہ کیں  
سب امام کرنے لگا رن میں وہ لعین  
کیا اُس بیاں کا تذکرہ جو کھو چکا ہو دیں  
اُلٹی مگر حبیب نے یہ کہہ کے آستین  
لے لوں رضا جہاد کی سرور سے جا کے میں  
اس کا جواب دوں گا ابھی تجھ کو آ کے میں

(۴۹)

فرما کے یہ پلٹ گئے نزدِ امام دیں  
شہ سے یہ عرض کرنے لگے بادلِ حزیں  
خادمِ کلام سخت کو سننے کا اب نہیں  
دے دیں رضائے جنگ شہ آسماں نشیں  
وہ جلد پیش آئے جو ہے سرِ نوشت میں  
اب یہ نمازِ ظہر پڑھوں گا بہشت میں

(۵۰)

لے کر رضائے جنگ بڑھے کھینچ کر حسام  
بولے بنِ نمیر سے او نطفہ حرام  
بھولا ہوا ہے یا وہ تجھے یاد ہیں کلام  
آ بہرِ جنگ تاکہ میں قصہ کروں تمام  
رن میں امام کے تو فریضے فضول ہوں  
تجھ سے شرابِ خوار کے سجدے قبول ہوں

(۵۱)

دوست تھا جو اپنی جواں مردیوں پہ ناز  
آیا قریبِ ابنِ مظاہر وہ حیلہ ساز  
چھٹا پئے شکارِ دمِ جنگ شاہباز  
دم بھر میں ہو گیا حق و باطل کا امتیاز  
رہوار سے لئے ہوئے فردِ عمل گرا  
سر پر پڑی جو تیغِ لعین منہ کے بل گرا

(۵۲)

گھوڑا چلا کہ رن میں کروں تن کو پائمال  
جلدی بچا کے لے گئے ظالم کو بدخصال  
جب خوفِ شیرِ نر سے فراری ہوا شغال  
بڑھ کر صفوفِ فوج سے کرنے لگے جدال  
ممکن نہیں اماں کہ جری ہے دلیر ہے  
غل تھا بنی اسد کے یہ پیشے کا شیر ہے

(۵۲)

تھا اک طرفِ حبیب کے حملوں سے شور و شین  
تیر آ رہے تھے ایک طرف سے سوئے حسین  
پڑھتا رہا نمازِ بنِ فاتحِ حنین  
پروانہ تھے امام پہ سعد و زہیرِ قین  
قلب و جگر میں ناوکِ افواجِ شام تھے  
غازی نمازِ ظہر کی صورت تمام تھے

(۵۳)

سعد و زہیر کا تو ہوا خاتمہ بخیر  
رن میں حبیب دیکھتے تھے بسملوں کی سیر  
یاں تک جری کی تیغ کو تھا دشمنوں سے بیر  
مارے علی کے دوست نے چن چن کے رن میں غیر  
ہونے نہ دی ذرا سی کمی جوشِ موت میں  
فوجیں بھگا کے سو رہے آغوشِ موت میں

(۵۵)

بگڑے ہوئے حسین کے کہنے سے تھے جوشیر  
لے کر رضائے جنگ بڑھے دشت میں دلیر  
غصہ میں یوں لڑے کہ کیا سرکشوں کو زیر  
تینوں نے چل کے کھول دیئے قسمتوں کے پھیر  
دل کی رگوں میں جوش جو تھا انتقام کا  
کوسوں لہو بہا دیا افواج شام کا

(۵۶)

دکھلا دیئے جورن میں جواں مردیوں کے رنگ  
فاقہ کشی میں خود بھی ہوئے زندگی سے تنگ  
زخمی ہوئے تو کم ہوئی بڑھتی ہوئی امنگ  
انجام تک پہنچ گئی فوج خدا کی جنگ  
میدان میں خون اکبر و قاسم کا بہہ گیا  
باقی بس ایک شیر جواں مرد رہ گیا

(۵۷)

بتلا رہی ہے ایک روایت یہ واقعہ  
کی ساتھ امام عصرؑ کے عباسؑ نے وعا  
روکے رہے دلیر کو سلطان کربلا  
پایا ذرا بھی غیظ تو گھبرا کے یہ کہا  
تم میری طرح صبر کو دکھلاؤ گے نہ کیا  
ہنگام ذبح بھائی کے کام آؤ گے نہ کیا

(۵۸) مطلع ثانی

عباسؑ کو رضا نہ ملی جب حسینؑ سے  
رو کر کیا بیاں یہ شہِ مشرقین سے  
سوئیں زمیں پہ اکبر و قاسمؑ تو چین سے  
آقا نجل ہوں حشر میں ہم والدین سے  
کھویا جناں سے رنج دل آزار نے ہمیں  
مرنے دیا نہ آپ کے اصرار نے ہمیں

(۵۹)

بیٹوں کو روئیں خواہر سرور مرے نہ ہم  
برچھی کو کھا کے مر گئے اکبرؑ مرے نہ ہم  
برباد مجتبیٰ کا ہوا گھر مرے نہ ہم  
رن میں بنا کے تربت اصغرؑ مرے نہ ہم  
اس وقت تک سحر سے کیا انتظارِ موت  
اب بھی نہیں ہے کوئی ہمیں اعتبارِ موت

(۶۰)

ہمراہی امام میں کیونکر ہو یہ یقین  
پہلے مرے گے سرورِ مظلوم سے ہمیں  
کیا جانے کیا کرے یرش فوج اہل کیں  
زخمی خدا خواستہ گر ہوں امام دیں  
زندہ رہیں کہ تیغ سے گردن جدا کریں  
بچ جائیں بعد آپ کے گر ہم تو کیا کریں

(۶۱)

انصاف کا مقام ہے یہ اے شہِ ام  
آئی اگر نہ موت تو پھر کیا کریں گے ہم  
تڑپا کے دل، قیاس یہ کہتا ہے دم بدم  
دشمن امامِ وقت کا ہے لشکرِ ستم  
کالی گھٹائیں چھائیں گی خالق کے نور پر  
رن میں ہجوم فوج کا ہوگا حضور پر

(۶۲)

خادم سے فوج ظلم کو اتنا نہیں ہے بیر  
شمعِ حرم کے نور سے جلتے ہیں اہل دیر  
دشمن ہیں مصطفیٰ کے یگانے کے رن میں غیر  
اے کاش میرے قتل کی دیکھے سپاہ سیر  
کس طرح جان دے دوں شہِ مشرقین پر  
وہ سر ہے جو نثار ہو پائے حسینؑ پر



(۶۳)

رونے لگے یہ کہہ کے علمدارِ با وفا  
اف ری ترقی اثرِ عرض مدعا  
بولے گلے لگا کے شہ دیں یہ کیا کیا  
رو کر نہ کیجئے دلِ بیتاب کی دوا  
ناکارہ میرے شیر کی تدبیر ہوگئی  
کیا آنے والی موت کو تاخیر ہوگئی

(۶۴)

حد کی جو مضطرب تھے علمدارِ با وفا  
بہر تسلی پسر شیر کبریا  
بھائی سے گر یہ شہ نے کہا ہو عجب ہے کیا  
میں یاں زبانِ حال سے لکھتا ہوں ماجرا  
بہتان و کذب جس میں نہ ہو وہ کلام ہے  
لازم ہے احتیاط کہ قول امام ہے

(۶۵)

گر تم پہ منکشف نہیں رن میں قضا کا حال  
ہم تو وہ جانتے ہیں جو ہے جنگ کا مال  
بیکار دل پہ ہے اثرِ صدمہ و ملال  
تم ہم سے پہلے رن میں مروگے دمِ جدال  
چھوٹے گاتم سے ساتھ جو دنیائے زشت کا  
دیکھو گے جا کے رن سے تلاطمِ بہشت کا

(۶۶)

اُلٹے گا میرے قتل سے کونین کا ورق  
ہوں اس میں انبیاء کہ شہیدانِ ما سبق  
چہرے ہراک کے میرے تحمل سے ہوں گے فق  
ہوگا وہ میرا خون جو ہے غرب کی شفق  
تقدیر سب کو لائے گی دنیائے زشت میں  
سرخ لہو کی پھیلے گی باغِ بہشت میں

(۶۷)

اک حشر ہوگا قبل قیامت یہ آشکار  
ہر شے جناں کی ہوگی مرے غم سے بے قرار  
ہوں گے حبابِ کوثر و تسنیم اشکبار  
ہوگا نہ سبز آج کے دن بسترِ بہار  
اب تک ازل سے تھا نہ کسی آسماں کا دور  
پہلا یہ ہوگا باغِ جناں میں خزاں کا دور

(۶۸)

افسوس ناک ہوگا مری والدہ کا حال  
ہوگا سیہ لباس کھلے ہوں گے سر کے بال  
نالے یہ ہوں گے خلد میں لب پر بصد ملال  
بے جرم و بے خطا مرا بچہ نہ ہو حلال  
ظالم ستا رہے ہیں مرے نورِ عین کو  
بابا جناں سے دیکھئے چل کر حسین کو

(۶۹)

غلمان و حور و جن و ملک، اہلِ عرش و خاک  
کر و بیان و قدسی و پیغمبرانِ پاک  
صدیق و صالحین و شہیدانِ دردناک  
حوا و آسیا و خدیجہ بہ قلبِ چاک  
بیتابیوں سے خلد میں راحت نہ پائیں گے  
نانا کے ساتھ سب مرے رونے کو آئیں گے

(۷۰)

حکم خدا سے رن میں شہیدانِ ما سلف  
میدانِ کربلا میں کھڑے ہوں گے صفِ بصف  
جعفر کہیں پہ حضرت حمزہ کسی طرف  
ہوں گے تپاں مرے لئے شاہنشاہِ نجف  
ہوگی صدا یہ دشت میں ہر خوش نہاد کی  
ہم کو حسین رن میں رضا دو جہاد کی

(۷۱)

پہنچے گا یاں سے بھی جو شہیدوں کا قافلہ  
پائے گا کردگار سے رتبے جدا جدا  
دم بھر دکھا کے گلشن فردوس کی فضا  
اللہ بھیج دے گا سوئے ارض کربلا  
پھر ہوں گے دل و غا کا تقاضا کئے ہوئے  
سب ہوں گے زندگی کی تمنا کئے ہوئے

(۷۲)

ہوگا تمہیں بھی خلد کا درپیش جب سفر  
کر دے گی دونوں ہاتھ جدا فوج اہل شر  
ہوگے جناں میں دستِ بریدہ سے باخبر  
یا قوتِ سرخ کے جو ملیں گے خدا سے پر  
میرا جہاد دیکھو گے دشت و غا میں تم  
جنت سے اُڑ کے آؤ گے پھر کربلا میں تم

(۷۳)

کی عرض کیا نہ ہوں گے بہتر کے ساتھ ہم  
پہنچیں گے سب کے بعد یہاں اے شہِ ام  
ہوگا ہر اک شہید کی دوری سے دل پہ غم  
لے لے گا کیا خدا جو ملا تھا ہمیں علم  
ہم پلہ کیا نہیں میں بہتر کے اوج کا  
مولاً! رہوں گا کیا نہ علمدارِ فوج کا

(۷۴)

بولے یہ شہِ ملال کا کوئی محل نہیں  
بھیجے گا سب کے ساتھ تمہیں خلقِ آفریں  
اُلٹے ہوئے غضب میں ہر اک ہوگا آستین  
تم ہو گے یاں کی طرح علمدارِ فوج دیں  
سب کی صدا یہ ہوگی کہ کیوں بے قرار ہوں  
دیجئے اگر رضا تو دوبارہ نثار ہوں

(۷۵)

باقی نہ ہوگی وہ کوئی مخلوق کردگار  
نصرت کی جو ہوں نہ کرے وقتِ گیر و دار  
آواز ہر طرف سے یہ آئے گی بار بار  
دو آج اے حسینؑ ہمیں اذنِ کارزار  
قدرت دکھا دیں شہِ جو اشارا کریں ابھی  
لشکر ہے کیا جہاں تہہ و بالا کریں ابھی

(۷۶)

تنہا پہ دیکھ کر ستمِ لشکرِ جفا  
مقتل میں مجھ تک آئے گی اماں کی یہ صدا  
گر تم کہو تو فتح کی حق سے کروں دعا  
نانا کو غیظ، باپ کو غصہ، حسنؑ خفا  
بڑھ کر کہیں گے نوخ کا طوفاں کریں ابھی  
گر اذن دو تو حشر کا ساماں کریں ابھی

(۷۷)

کہنا یہ میرا پا کے تڑپ قلبِ زار کی  
نانا نہ فکر کیجے کسی بد شعار کی  
آئے گی پھر صدا مرے پروردگار کی  
ہم خود مدد کریں گے غریب الدیار کی  
قدرت حسینؑ کو ہے حیات و ممات کی  
بس اک کوئی سبیل نہ ہوگی نجات کی

(۷۸)

کیوں بیکسی سے قتل ہو امت کے واسطے  
کوشش کرو نہ تاجِ شفاعت کے واسطے  
رتبے جناں کے کم نہیں عزت کے واسطے  
فردوس ہے تمہاری حکومت کے واسطے  
ہونے دو سب کو قیدِ عذابِ الیم میں  
جانے دو اہلِ نار کو نارِ جحیم میں

(۷۹)

کہنا مرا لرز کے یہ خالق سے بار بار  
مالک بلائے جہل میں ہے فوج بد شعار  
بہکے ہوئے قدم پہ نہیں ان کا اختیار  
تو رحم کرنے والا ہے، امت گناہگار  
وعدہ ہے جس کا وہ مرے پروردگار دے  
امت کے عاصیوں کا مجھے اختیار دے

(۸۰)

درگاہ حق سے آئے گی مجھ کو یہ پھر صدا  
گر ہے یہی خوشی تو کرو شوق سے وغا  
ہوں گا جو کامیاب دم عرض مدعا  
نانا کہیں گے جوش مسرت سے مرجبا  
سرسبز قتل ہو کے کرو گے زمین کو  
تم اے حسینؑ خون سے سپنجوں گے دین کو

(۸۱)

اُس وقت میں کسی کو نہ دوں گا رضائے جنگ  
ہوگی وفائے وعدہ طفلی کی یہ امنگ  
عباسؑ رن میں میری جبین اور ستم کا سنگ  
سکانِ عرش میرے تحمل سے ہوں گے دنگ  
عالم کریں گے یاد اگر رود نیل کا  
پیچھے ہٹے گا بڑھ کے قدم جبریلؑ کا

(۸۲)

چاہے گا دل بچاؤں میں رن میں مگر کہاں  
بیکار ہوگا جوش یہ ہنگام امتحاں  
تا حد ضعف لائے گا جب قلب ناتواں  
گھوڑے سے گر کے ہوں گاسر خاک میں تپاں  
پانی نہ دے گا شمر دم واپس مجھے  
ہنگام عصر ذبح کرے گا لعین مجھے

(۸۳)

کہنے لگے تڑپ کے یہ عباسؑ با وفا  
کس دل سے ہو سکے گا یہ اے شاہ کربلا  
مقتل میں ذبح آپ ہوں دیکھوں میں ماجرا  
فرمایا ہاں یونہیں مرے محضر کا ہے لکھا  
سر ننگے بخت لائے گا لاش حسینؑ پر  
رونا جگر کو تھام کے زینبؑ کے بین پر

(۸۴)

یہ کہہ کے آئے بھائی کے ہمراہ تا بہ در  
ڈیوڑھی تک آ کے کہنے لگے شاہ بحر و بر  
آل رسولؐ پاک سے کہنی ہے یہ خبر  
دو بھائی ایک وقت میں ہیں عازم سفر  
ہر دل کو ہم فراق کا غم دینے آئیں ہیں  
سیدانیوں سے اذن وغا لینے آئیں ہیں

(۸۵)

مہلت کہاں اب اتنی جو بہر رضا ہم آئیں  
لڑنا نہ ہو سپہ سے تو آرام گھر میں پائیں  
وہ درد غم نہیں جو اذیت نہ دل اٹھائیں  
ڈیوڑھی تک آ کے زینبؑ وکلثومؑ دیکھ جائیں  
صف پر عزا کی بیٹھ کے آہ و بکا کریں  
عباسؑ اور حسینؑ کا ماتم بپا کریں

(۸۶)

بیت الشرف تک آئی جو یہ شاہ کی صدا  
روتے ہوئے چلے حرم سبط مصطفیٰ  
در تک یہ آ کے زینبؑ وکلثومؑ نے کہا  
بے وارثوں کا کون ہے اے شاہ کربلا  
کس سے کہیں ملال جو دل پر عطش میں ہیں  
گھر میں تو ایک سید سجادؑ غش میں ہیں

(۸۷)

شدت سے تپ کی فرش پر ان کا بھی ہے یہ حال  
آتے ہیں غش پہ غش تو ہوئے جاتے ہیں نڈھال  
برجھی کسی نے کھائی ہوا کوئی پائمال  
گھر سارا لٹ گیا انہیں اک کا نہیں ملال  
طاقت گھٹی تو ضعف نگاہوں میں چڑھ گیا  
ہشیار اگر ہوئے تو بخار اور بڑھ گیا

(۸۸)

کہنے لگے یہ رو کے شہنشاہ نامدار  
عابد اسی مرض میں سنبھالیں گے گھر کا بار  
ہم رن میں قتل ہوں تو وہ ہوں غش سے ہوشیار  
اس تپ سے ہے مشیت و مرضی کردگار  
غش آ کے ظاہری خرد و ہوش کھو گیا  
ساقط جہاد حضرت عابد سے ہو گیا

(۸۹)

قرطاس اک لئے تھے شہنشاہ کربلا  
پوشیدہ جس میں سرِ امامت تھے جا بجا  
دے کر جناب فاطمہ کبرا سے یہ کہا  
بھائی تمہارے ہوش میں جب آئیں میں فدا  
کہنا گراں تھی قلب پہ تکلیف آپ کی  
لے لیجئے اسے یہ امانت ہے باپ کی

(۹۰)

دینا پھر اس کے بعد زبانی مرا پیام  
جانا وطن میں شام سے جب اے خجستہ فام  
یہ تم سے ہے وصیت مظلوم و تشنہ کام  
کہہ دینا دوستوں سے مرا آخری سلام  
دل آب سرد سے جو کبھی شاد کیجیو  
شرط وفا یہ ہے کہ ہمیں یاد کیجیو

(۹۱)

یہ کہہ کے بیبیوں سے بڑھے جب امام دیں  
وہ کون سا تھا دل کہ جو اس غم سے ہو حزیں  
ماتم سے اہلیت کے ہلنے لگی زمیں  
دو بہنیں بھائیوں کے لئے پیٹنے لگیں  
چلا رہیں تھیں کھو کے چلے دل کے چین کو  
عباس تم کو روئیں کہ روئیں حسین کو

(۹۲)

سروڑ کے ساتھ جانبِ میداں سدھاریئے  
خالق رہے وفا میں نگہاں سدھاریئے  
مشکل ہورن میں نزع میں آساں سدھاریئے  
ہم کو بنا کے قیدی زندان سدھاریئے  
ہو کر اسیر شام میں میداں سے جائیں گے  
میت پر آ سکے تو گلے سے لگائیں گے

(۹۳)

سیدانیوں کی سنتے ہوئے دور تک صدا  
بھائی کو لائے تا بہ فرس شاہ کربلا  
کہنے لگے کہ اے جگر و جانِ مرتضیٰ  
چلئے سمند تیز پہ چڑھ کر پئے وفا  
دو بھائی مل کے عازمِ سیرِ شکار ہوں  
تم بیٹھ لو سمند پہ، تب ہم سوار ہوں

(۹۴)

کہنے لگے غلام کی اتنی نہیں ہے تاب  
بیٹھے جو زیں پہ قبل شہ آساں جناب  
فرمائیں اس ثواب سے خادم کو فیض یاب  
شہ عزم زیں کریں میں سنبھالے رہوں رکاب  
دل دل کا آج عز و شرف آشکار ہو  
پہلے سوارِ دوش پیمبر سوار ہو

## (۹۵) مطلع ثالث

دل دل پہ جب سوار ہوئے سبطِ مصطفیٰ  
بیٹھے تب اپنے گھوڑے پہ عباسؓ با وفا  
چلتے ہیں دو سمند سوئے وادیِ بلا  
کیا جانے کوئی چار لجاموں کی انتہا  
ہو اک قدم تو عزم سمجھ لیں کہاں کا ہے  
پوشیدہ دور آٹھ سُموں میں جہاں کا ہے

(۹۶)

تن کر چلے سمند سوئے دشتِ کارزار  
کھینچتی ہوئی لجامِ پکاری کہ ہوشیار  
چالوں سے رن میں ہو گئے ضدین آشکار  
اک نے ہوا گرائی اٹھا ایک سے غبار  
رن میں ہوا کو ایک کے گیسو کمند تھے  
ذرے زمیں کے ایک کی ٹاپوں میں بند تھے

(۹۷)

دنیا حسن و عشق میں دونوں فرس چلے  
جو مرنے والے ڈھونڈتے تھے وہ نفس چلے  
آنکھیں حسین سموں میں بچھا دیں جو بس چلے  
دنیا میں اہل عشق کے فریادرس چلے  
صرصر چلی ہے ہاتھ پہ گیسو لئے ہوئے  
ہے ہر قدم نجات کا پہلو لئے ہوئے

(۹۸)

دے حسن اذن اگر تو جفا دیکھتے چلو  
اک اک قدم پہ شانِ خدا دیکھتے چلو  
اُبلے ہوئی نظر کی ادا دیکھتے چلو  
مڑ مڑ کے بسملوں کی قضا دیکھتے چلو  
زخموں کو سم کے شوق نے مقتل بنا دیا  
تن روح نے اُجاڑ کے جنگل بنا دیا

(۹۹)

ترچھی نظر کا توڑ جگر کو دکھاتے جاؤ  
گر بن پڑے تو خاک کا پردا اٹھاتے جاؤ  
جن گیسوؤں میں بل ہے قسم ان کی کھاتے جاؤ  
بجلی کہاں نظر کی گری کچھ بتاتے جاؤ  
کس کا نگاہ گرم سے ارماں نکل گیا  
پہلو میں دل جلا کہ سر طور جل گیا

(۱۰۰)

دل لے کے پھر نہ دو جو کبھی کیا کرے کوئی  
جادو بھری نگاہ کا شکوہ کرے کوئی  
رستے میں راہ بیٹھ کے دیکھا کرے کوئی  
وعدہ اگر کرو تو تمنا کرے کوئی  
اک اک قدم پہ حسن دکھاتے ہوئے چلو  
پھر بے قرار دل ہیں دباتے ہوئے چلو

(۱۰۱)

اے چلنے والو اپنا مقابل نکال لو  
آساں نہ ہو تو جان بہ مشکل نکال لو  
مرکز ہو جس کا حسن وہ منزل نکال لو  
کانٹا سمجھ کے درد بھرا دل نکال لو  
جس میں نظر تلے وہ ترازو نہیں کوئی  
جو ہو نہ خوں کی بوند وہ پہلو نہیں کوئی

(۱۰۲)

بتلائیں زخمِ قلب کی منزل کسے کسے  
کر لے نگاہِ شوق مقابل کسے کسے  
قاتل بنائیں نزع میں بسمل کسے کسے  
اک جاں ہے دو حسین ہیں، دیں دل کسے کسے  
چالوں سے ڈر بھی قلب میں ہے، آرزو بھی ہے  
مرتے ہیں جن پہ اُن میں مکر نے کی خوبھی ہے

(۱۰۳)

دو بڑھنے والے حسن ہیں مالک جہان کے  
منہ پھیرا تشنہ کام محبت کو جان کے  
اچھے دیئے نظر نے صلے امتحان کے  
جنبش مژہ سے پاتے ہیں کانٹے زبان کے  
غصہ سے آرزوئے خریدار بڑھ گئی  
خاموشیوں سے اور بھی تکرار بڑھ گئی

(۱۰۴)

ہیں یادگار لختِ دل مرتضیٰ فرس  
رکھے ہوئے ہیں سم سر دوش ہوا فرس  
دیکھے نصیروں نے جو معجز نما فرس  
اک شور ہے علیٰ کی طرح ہیں خدا فرس  
رن میں سموں سے باغِ جناں کی ہوا چلی  
جو مر گئے تھے دل اُنہیں ٹھوکر جلا چلی

(۱۰۵)

قدرت نما نفس دمِ عیسیٰ کسی کا ہے  
رن میں مقام حضرت موسیٰ کسی کا ہے  
میدان کسی کے پاس ہے دریا کسی کا ہے  
ہے نوجواں کوئی تو بڑھاپا کسی کا ہے  
وجہ وجیہ پیری شبیر ایک ہے  
عباسؑ کے شباب کی تصویر ایک ہے

(۱۰۶)

پہلو سے دل کو کھینچ رہا ہے جواں کوئی  
ہے اپنے سن سے تجربہ کار جہاں کوئی  
یوسفؑ کے حسن کا ہے اگر رازداں کوئی  
لایا ہے اپنی پھیر کے عمر رواں کوئی  
تن کر سمند شاہ تغیر دکھا گیا  
کھویا ہوا شباب زلیخا پھر آگیا

(۱۰۷)

روندا ہوا ہے چال سے گلزارِ مصر تک  
لرزاں زمیں کی طرح ہیں آثارِ مصر تک  
ناظر ہیں حسن کے در و دیوارِ مصر تک  
اک شور ہے شباب کا بازارِ مصر تک  
اب تک تھے جو گذشتہ زمانہ بنے ہوئے  
وہ بھی کھڑے ہیں اپنا فسانہ بنے ہوئے

(۱۰۸)

گر ہے اُسے شباب پہ فخر اس کو بھی ہے ناز  
ہے کوئی سربلند فرس کوئی سرفراز  
دونوں سمند تیز ہیں سرمایہ حجاز  
سرعت میں ظاہری تو نہیں کوئی امتیاز  
یکساں ہے یوں تو فرق ہر اک عرض و طول کا  
باطن میں راہوار ہے آگے رسولؐ کا

(۱۰۹)

طے تھوڑی راہ کی تو کھلے یہ سموں کے راز  
جیسے بچھے ہوئے ہوں مصلے پئے نماز  
دونوں کے نقش پا میں ہے اس طرح امتیاز  
جیسے امامؑ ہو صف اول میں سرفراز  
عباسؑ کی رضا کا طلبگار ہے فرس  
یا ہے وہ تیز پا یہ وفادار ہے فرس

(۱۱۰)

کون آگے کون پیچھے ہے اسپ سبک خرام  
کچھ فرق جس میں ہوں نظر آتے نہیں وہ گام  
عالم میں کس کو ان کی قدامت میں ہے کلام  
اک ہے فرس رسولؐ کا، اک اشہبِ امامؑ  
راہیں جدا جدا ہیں طبیعت کا فرق ہے  
گویا امامت اور نبوت کا فرق ہے



(۱۱۱)

اسپ سبک عنانِ شہ آسماں حشم  
دیتا ہوا صدائیں یہ جاتا تھا دم بدم  
گر ہیں فلک پر اسپ علمدار کے قدم  
تا عرشِ حق رسا ہیں دعا کی طرح سے ہم  
گر یہ سمند خاص ہے زوجِ بتول کا  
ہوں میں براقِ راکبِ دوشِ رسول کا

(۱۱۲)

حیدر ہوں یا نبی، ہیں ملک ان سے بہرہ مند  
ہیں اپنے راکبوں سے گراں قدر و ارجمند  
دونوں کو آسماں کی ہیں سیاحیاں پسند  
میں کون سا براق ہوں یہ کون سا سمند  
جلوہ اگر ہلال کا ہے اک کے پاؤں میں  
چلتا ہے کوئی رات کو تاروں کی چھاؤں میں

(۱۱۳)

خو سبطِ مصطفیٰ میں ہے ساری رسول کی  
تصویر ہے کبھی ہوئی پیاری رسول کی  
ہے خواستگارِ رحمتِ باری رسول کی  
جاتی ہے کربلا سے سواری رسول کی  
ٹاپوں کی تا بہ عرشِ خدا وہ صدا گئی  
لینے ہوائے پردہ قدرت وہ آ گئی

(۱۱۴)

کرتا ہے ہر قدم کا تغیر جہاں کی سیر  
آسماں بسانِ نکہتِ گل ہے جہاں کی سیر  
سمجھیں نہ اہلِ خلق کہ کی ہے کہاں کی سیر  
ہم تا حجابِ قدس کریں آسماں کی سیر  
قدرت وہاں پہ لائے خدائے جلیل کی  
پہنچے جہاں ہوا نہ پرِ جبریل کی

(۱۱۵)

اک اک کو اپنی جا ہے تمنائے انتخاب  
یہ کہہ رہا ہے حضرتِ عباس کا عقاب  
سرعت میں بے عدیل ہوں، اُڑنے میں لا جواب  
کعبہ کی طرح ہوں سببِ اوجِ بو تراب  
گلزارِ انتخاب کا نایاب پھول ہوں  
میں تو سمجھ رہا ہوں کہ دوشِ رسول ہوں

(۱۱۶)

آفت کئے ہوئے تھیں سمندوں کی تیزیاں  
اُڑتے ہوئے غبار سے تاریک تھا جہاں  
ظاہر کبھی یہاں تھے نمایاں کبھی وہاں  
تھا نردبانِ خاک سے نزدیک آسماں  
اونچے ہوئے تو اوجِ جہاں کو دکھا گئے  
نقشِ قدم سے چرخ پہ تارے بنا گئے

(۱۱۷)

آغوشِ انقلاب میں تھا دشتِ کارزار  
تھا جنبشِ زمیں سے نہ اک چیز کو قرار  
رن میں رواں دواں تھا ادھر کا ادھر غبار  
یوں جا رہے تھے دونوں دلیروں کے راہوار  
تھی خاکِ آسمان و زمین میں گھٹی ہوئی  
حد سے قدم بڑھے ہوئے باگیں چھٹی ہوئی

(۱۱۸)

بن بن کے خاک اُڑ گیا میدانِ رزم گاہ  
موج ہوا قدم کے تھپیڑوں سے تھی تباہ  
ہر نقش پا خود اپنی ہی تیزی پہ تھا گواہ  
پیش نگاہ رن میں کوئی اور تھی جو راہ  
ظاہر میں دشتِ ظلم مقامِ مرور تھا  
باطن میں جو قدم تھا وہ دنیا سے دور تھا

(۱۱۹)

تھا جو فرس وہ راہروِ غرب و شرق تھا  
سرعت میں شکل ابر تھا، تیزی میں برق تھا  
ہر چلنے والا بحرِ تحیر میں غرق تھا  
اللہ کتنا ظاہر و باطن میں فرق تھا  
جب تک تھمیں تھمیں وہ روانی دکھا گئے  
دو راہوار سرحدِ جنت تک آگئے

(۱۲۰)

جب طول وہ تمام ہوا طے ہوئی وہ راہ  
تھم کر کہا غبار نے ہے متصل سپاہ  
پیش نظر جو باغِ ارم کی تھی جلوہ گاہ  
باگوں تک آ کے ہاتھ نے نیچے کی ہر نگاہ  
رن میں نظر سپاہ کی دو سمت بٹ گئی  
باگیں کھنچیں سمندوں کی تو خاک ہٹ گئی

(۱۲۱)

گیتی کی طرح تھم گئے دو سمت راہوار  
یکبارگی ہوئی یہ کئی لاکھ میں پکار  
آئیں ہیں جنگ کو وہ دلیرانِ روزگار  
جو اپنے عہد میں ہیں نمودار و نامدار  
اک نورِ عین و لُحْثِ دلِ بو تراب ہے  
اک وارثِ شریعتِ اُم الکتاب ہے

(۱۲۲)

یہ دونوں اپنی جا ہیں سپہدارِ فوج دیں  
آفت کرے گی کھینچ کے دم غیظِ آستیں  
فوجِ ستم کی وقتِ ونا خیریت نہیں  
کوسوں لہو سے سرخ نظر آئے گی زمیں  
آ جائے کس کو موت کچھ اس کی خبر نہیں  
ٹوکا اگر انہیں تو ہزاروں کے سر نہیں

(۱۲۳)

آمادہ ہوں ونا پہ یلانِ عراق و رے  
رن میں سکوتِ فوج رہے گا یہ تا بہ کے  
جادے سپہ گری کے کرو جوشِ دل سے طے  
پنہاں نہیں غبار کے پردے سے کوئی شے  
ہیں جو ونا طلب وہ جری ہیں دلیر ہیں  
چہرے بتا رہے ہیں کہ شیروں کے شیر ہیں

(۱۲۴)

تھا اس طرف تو فوج میں برپا یہ شور و شر  
کہنے لگے یہ بھائی سے سلطانِ بحر و بر  
انشا رجز کرو تم ادھر اور ہم ادھر  
تینیں چلیں یمین و یسارِ سپاہ پر  
طاعت یہاں پہ فرض نہیں اتحاد میں  
ہو اپنا اختیار ہر اک کو جہاد میں

(۱۲۵)

اک دوسرے کے حکم کا تابع رہے گا گر  
مشکل سے ہاتھ آئے گی میدان میں ظفر  
آزادیوں سے ہو گئے دو دل جو باخبر  
جھومے دم نبردِ دلیرانِ نامور  
اٹھی نقابِ چہرہ گفتارِ دو طرف  
گوئے ہزبرِ حیدرِ کرارِ دو طرف

(۱۲۶)

اُن میں سے ایک کی یہ صدا تھی دم ونا  
جو مجھ سے بے خبر ہے سنے وہ رجز مرا  
اپنی سپہ گری پہ ہو جس جس کو ادعا  
دیکھے وہ بڑھ کے میری لڑائی کی انتہا  
مانو جسے نہ تم وہ کوئی منزلت نہیں  
جانوں کے ساتھ نہر کی بھی خیریت نہیں

(۱۲۷)

ناکارہ جانتا ہوں زمانہ کی بود و باش  
بچوں کی تشنگی سے ترائی کی ہے تلاش  
راندوں کے بین سے جگر و دل ہیں پاش پاش  
مرنے پہ بھی ہٹے گی نہ ساحل سے میری لاش  
میراث میں علیؑ سے ملی صفدری مجھے  
دریا نہ چھین لوں تو نہ کہنا جری مجھے

(۱۲۸)

عباسؑ جان و دل سے ہے شیدائے اہلبیتؑ  
رن میں زمین گرم پہ ہے جائے اہلبیتؑ  
کہتی ہے مشکِ خشک تمنائے اہلبیتؑ  
مشہور میرا نام ہے سقائے اہلبیتؑ  
عادل ہوں صاحبِ ستم و جور میں نہیں  
لختِ دلِ علیؑ ہوں کوئی اور میں نہیں

(۱۲۹)

نور نگاہِ حیدرؑ کرار ہوں مہیں  
رایت ہے میرے دوش پر احمدؑ کا جاگزیں  
میرے سوا حق اور کا اس ارث میں نہیں  
جعفرؑ کی طرح ہوں میں علمدارِ فوج دیں  
یا میں نہیں ہوں یا سپہ پر دغا نہیں  
یہ وہ علم ہے بڑھ کے جو پیچھے ہٹا نہیں

(۱۳۰)

رایت بتا رہا ہے لڑائی کا واقعہ  
ظاہر ہے بے لڑے ہوئے لڑنے کی انتہا  
جنبشِ نشاں کو دوش پہ دیتی ہے جب ہوا  
پنچہ میں جزر و مد نظر آتا ہے موج کا  
حصہ نہیں ہے نہر کسی بد صفات کا  
پانی تڑپ رہا ہے علم میں فرات کا

(۱۳۱)

دم بھر میں خیر یہ تو عیاں ہوگا مدعا  
کیا کیا شرف بتاؤں تمہیں میں دم و غنا  
ہوں میں غلامِ خاصِ شہنشاہِ کربلا  
باقی رہے گی ساتھ مرے نام کی وفا  
مقتل میں تین روز کے پیاسے سے پھر گئے  
تم وہ ہو جو نبیؑ کے نواسے سے پھر گئے

(۱۳۲)

یہ تشنہ لب رسولؐ کا پیارا نہیں ہے کیا  
اسلام کو علیؑ نے سنوارا نہیں ہے کیا  
جو دینِ حق ہے دیں وہ تمہارا نہیں ہے کیا  
سبطِ نبیؐ امامؑ ہمارا نہیں ہے کیا  
ہے لطفِ حق سے مالک دنیا و دیں یہی  
ہے دوسرا وصیؑ امامؑ میں یہی

(۱۳۳)

قرآن جس کی شان میں آیا ہے وہ حسینؑ  
جھولا ملک نے جس کا جھلایا ہے وہ حسینؑ  
جس نے رطبِ بہشت کا کھایا ہے وہ حسینؑ  
زہراؑ نے جس کا ناز اٹھایا ہے وہ حسینؑ  
مژگاں نے بڑھ کے آنکھ سے آنسو کو لے لیا  
مچلے اگر تو بچہ آہو کو لے لیا

(۱۳۴)

جو رازدارِ پردہ قدرت ہے وہ حسینؑ  
قبضہ میں جس کے کوثر و جنت ہے وہ حسینؑ  
جو تاجدارِ دین و شریعت ہے وہ حسینؑ  
جو ورثہ دارِ تختِ امامت ہے وہ حسینؑ  
کیا ہوگا منکروں کو جو اس میں کلام ہے  
حق نے جسے امامؑ کیا وہ امامؑ ہے

(۱۳۵)

دنیا کی سلطنت کا نہیں کوئی بھی وقار  
جو کچھ ہے ظاہری ہے وہ عالم پر اختیار  
ہے کس کے پاس امانتِ محبوبِ کردگار  
ہے کس کے ہاتھ میں شہِ مرداں کی ذوالفقار  
ان تک نہ ہاتھ آ سکا اہلِ جہول کا  
ہے کس کے اختیار میں گھوڑا رسول کا

(۱۳۶)

تھا رنگ پر جری کا دلائل بھرا بیاں  
ناگہ سنا یہ نعرہ سلطانِ دو جہاں  
بھولے ہوئے خدا کو ہو اے لشکرِ گراں  
جائز ہے میرا خون بہانا تمہیں کہاں  
کچھ تو کہو جہاں کی برائی میں کون ہے  
میرے سوا خدا کی خدائی میں کون ہے

(۱۳۷)

کیوں مجھ سے وقتِ جنگِ مخالف ہے صف کی صف  
کیا میں نہیں ہوں لختِ دلِ خسروِ نجف  
سمجھے ہوئے ہو مہرِ جہاں تاب کو خذف  
ہے کون ورثہ دارِ رسولانِ ما سلف  
بیچنے کی طرح تیغ میں سجدہ ادا کروں  
موسلی کے میں عصا کو ابھی اڑدہا کروں

(۱۳۸)

قابو میں ہے مرے دمِ عیسیٰ کا معجزہ  
کہہ دوں تو جی اٹھیں ابھی مردے ہزار ہا  
دکھلاؤں گر میں نوخ کے طوفاں کی انتہا  
پانی سے غرق ہو ابھی میدانِ کربلا  
کانپ اٹھے آسمان جو غضب کی نظر کروں  
نانا کی طرح رات کو شق القمر کروں

(۱۳۹)

نانا مرے یہ کون ہیں، ہے کس کا تذکرہ  
نزدیک اپنے جن کو خدا نے طلب کیا  
معراج سے کھلی ہے محبت کی انتہا  
بتلا رہا ہے پردہٴ قدرت کا سامنا  
رعب اس مقام کا سبب برہمی تو تھا  
خالق اگر نہ تھا پس پردہ کوئی تو تھا

(۱۴۰)

آخر وہ کون تھا کہ جو پردے کے تھا اُدھر  
کس طرح ہم کلام تھا خلاقِ بحر و بر  
لہجہ وہ کون سا تھا جو بے حد تھا پر اثر  
کس کی زباں سمجھ رہے تھے سید البشر  
دھوکا پس حجابِ خدا کے ولی کا تھا  
قدرت کے اختیار میں جلوہ علی کا تھا

(۱۴۱)

پوشیدہ یہ شرف رہے اچھا یونہیں سہی  
معراج کا ڈھکا رہے رتبہ یونہیں سہی  
آئے نہ لب پہ نام کسی کا یونہیں سہی  
پردے کی بات کا رہے پردا یونہیں سہی  
کس ہاتھ نے نبی کا دلی مدعا دیا  
یہ کس نے نقشِ مہرِ نبوت بنا دیا

(۱۴۲)

کعبہ میں آ کے دیکھ لو مخفی یہ مدعا  
کس نے گرائے اوج سے کفار کے خدا  
کہتی ہے یہ ترقی معراج مرتضیٰ  
عرشِ خدا بنا ہے سرِ دوشِ مصطفیٰ  
حق نے شرفِ علی کو دے جو وہ کم ہیں یہ  
تھا جس کا ہاتھ پشت پہ اس کے قدم ہیں یہ

(۱۴۳)

شک جس پہ ہے خدا کا وہ بندا ہوا ہے کون  
دردِ دل و جگر کا مداوا ہوا ہے کون  
دنیا کے ہر مرض کا مسیحا ہوا ہے کون  
اللہ کے مکان میں پیدا ہوا ہے کون  
کعبہ علیؑ کے حسن کا پروانہ بن گیا  
طاعت کا گھر جو تھا وہ زچہ خانہ بن گیا

(۱۴۴)

ختمِ کلام ابھی نہ ہوا تھا چلے جو تیر  
سمٹی برائے جنگ کئی لاکھ کی بہیر  
نازاں وہ اور بھی تھے جو تھے فوج کے امیر  
تیغوں کے بل پہ دشت میں آگے بڑھے شریہ  
اک دو کا ذکر رن میں نہیں دل کے دل بڑھے  
دعویٰ سپہ گری پہ جنھیں تھا وہ یل بڑھے

(۱۴۵)

شہ کی طرف جو بے ادبانہ بڑھی سپاہ  
خاموش سر جھکا کے ہوا دیں کا بادشاہ  
غیظ آ گیا، بگڑ گئے عباسؑ عرش جاہ  
غازی نے مڑ کے تیغ کے قبضہ پہ کی نگاہ  
بیباک و خوش جمال و دل آزار کھینچ لی  
پائی تھی جو علیؑ سے وہ تلوار کھینچ لی

(۱۴۶)

بھائی کا غیظ دیکھ کے کہنے لگے امامؑ  
ہے تم پہ فرض نصرتِ عباسؑ نیک نام  
پہلو بدل رہا ہے بڑی دیر سے نیام  
کاٹھی میں ہے تپاں اسد اللہ کی حسام  
لو ہاتھ میں امانت رب جلیل کو  
منہ دیکھنا ہے تیغ میں پھر جبریلؑ کو

(۱۴۷)

یہ کہہ کے مڑ گئے طرفِ تیغ شعلہ بار  
کاٹھی پہ جا پڑی نظر شاہِ ذی وقار  
کھینچتی چلی نگاہ کی صورت جو ذوالفقار  
یاد آ گیا زمانہ محبوبِ کردگار  
وقت و غنا نشانی زورِج بتول لی  
پڑھ کر درود ہاتھ میں تیغِ رسولؐ لی

(۱۴۸)

جب تک بڑھیں بڑھیں سوئے لشکرِ امامؑ دیں  
فوجوں پہ رن میں جا پڑے عباسؑ مہ جبین  
اک تہلکہ جہاں میں پڑا، ہل گئی زمیں  
تھی کچھ نشانی صفِ اوّل کہیں کہیں  
چل کر حسامِ صاعقہ دمِ خوں میں بھر گئی  
رن میں دمِ نبرد کئی سو کے سر گئی

(۱۴۹)

دیکھا امامِ عصرؑ نے جب یہ و غنا کا رنگ  
بازو کا جوش پا کے بڑھی قلب کی امنگ  
فوجِ ستم کو گھیر چکا تھا جو وقتِ تنگ  
چھیڑا فرسِ حضور نے رن میں برائے جنگ  
اڑ کر غبارِ زین کے دامن پر آگیا  
گھوڑا امامؑ کا صفِ دشمن پر آگیا

(۱۵۰)

گھوڑے کے ساتھ ساتھ چلی تیغِ برق دم  
سرہائے کبر آئے بلندی سے تا قدم  
وہ دردِ دل اٹھا نہ ہوا تا لحد جو کم  
بند آنکھ کر رہی تھی تلاشِ رہِ عدم  
تلوار لے کے قافلہٗ جسم و جاں چلی  
دریائے خوں میں کشتیِ عمر رواں چلی

(۱۵۱)

چلنے لگی سپاہ سے تلوار دو طرف  
جانوں کا گرم ہو گیا بازار دو طرف  
ہاتھوں پہ دل لئے تھے خریدار دو طرف  
دم توڑتے تھے عشق کے بیمار دو طرف  
آواز دے رہی تھی تجلی نگاہ کی  
دو شمعیں جل رہی ہیں کسی جلوہ گاہ کی

(۱۵۲)

دو شعلے دو حسین جفاکار بن گئے  
پاکر کسی کا حسن دل آزار بن گئے  
پہلو سے باہر آ کے طرحدار بن گئے  
چہرے سے ہٹ کے آئینے رخسار بن گئے  
آغوش ہے وہ ناز کا جس میں مکیں ہیں یہ  
پہلے کسی کا حسن تھا اور اب حسین ہیں یہ

(۱۵۳)

آئے ہیں دو نقاب اٹھائے ہوئے حسین  
پردے نیام کے ہیں کہیں اور خود کہیں  
روشن ہے دور تک رخ پر نور سے زمیں  
پرتو میں چاند سے یہ کسی طرح کم نہیں  
آپس کے اتحاد کی تیغیں گواہ ہیں  
ہیں دو جدا ہلال ملیں گر تو ماہ ہیں

(۱۵۴)

پھیلی ہوئی ہیں رخ کی ضیائیں ادھر ادھر  
بھرپور ہیں دلوں پہ جفاکین ادھر ادھر  
محشر کئے ہوئے ہیں ادائیں ادھر ادھر  
رد ہو رہی ہیں رخ کی بلائیں ادھر ادھر  
جادے عدم کے وقت وغا بھرتے جاتے ہیں  
عشاق لے کے رخ کی بلا مرتے جاتے ہیں

(۱۵۵)

اب تک تو ایک برق کا مشہور ہے اثر  
اللہ رے نور تاب تو لائے کوئی نظر  
پہنچی ہے کوہ طور کی جلتی ہوئی خبر  
اللہ کے کلیم ذرا دیکھئے ادھر  
ہوش آنے پر بھی قلب تھل نہ پائے گا  
دو بجلیوں سے آج مکرر غش آئے گا

(۱۵۶)

حسن ملیح ہے گل رخسار مصر میں  
کس کی نظر ہے نرگس بیمار مصر میں  
پھر گل کھلے ہیں دامن گلزار مصر میں  
دونوں یوسفوں کا دور ہے بازار مصر میں  
دنیاے عشق میں اثر انقلاب لے  
حسرت جسے جسے ہے وہ دہرے شباب لے

(۱۵۷)

دونوں دیار حسن میں تیغیں ہیں لاجواب  
جن کو کیا ہے دھار کی تیزی نے انتخاب  
وہ جوہروں کا تن کی لطافت میں پیچ و تاب  
اُجھکی ہوئی وہ زلف وہ کھینچتا ہوا شباب  
وہ رحم کیا کریں جنہیں عادت جفا کی ہے  
اُٹھتے ہوئے قدوں میں کچھاوٹ بلا کی ہے

(۱۵۸)

چلا رہے ہیں دشت میں دلدادہ جمال  
کرتے ہیں ہم اُپی ہوئی دھاروں پہ خوں حلال  
رگ رگ میں جس سے زخم ہوا ایسی کوئی ہو چال  
کس کام کے وہ دل جو نہ ہو جائیں پائمال  
مخفی جو حسن تھا وہ نگاہوں پہ چڑھ گیا  
رخ کی چمک سے درد کلیجوں کا بڑھ گیا



(۱۵۹)

قرباں ہیں جن پہ زخم قیامت ہے وہ بناؤ  
اپنا لہو شریک ہے جس میں وہ رخ دکھاؤ  
پہلو میں دل ملے گا کلیجے کا غم نہ کھاؤ  
لینا ہو جاں تو خون کی دھاروں پہ آؤ جاؤ  
سر پر پڑے جو زلف کا سایہ جنوں بھی ہو  
ظالم اگر رہو تو کلیجے کا خوں بھی ہو

(۱۶۰)

موت آئے یا نہ آئے جفائیں نہ چھوڑنا  
جس سے مرض بڑھے وہ دوائیں نہ چھوڑنا  
جانچے ہوئے رخوں کی بلائیں نہ چھوڑنا  
قاتل ہو جس سے تم وہ ادائیں نہ چھوڑنا  
چلتی ہوئی زبان فسانہ پلٹ نہ دے  
وہ حسن ہی نہیں جو زمانہ پلٹ نہ دے

(۱۶۱)

چہروں پہ زلف ڈال کے چلنا نصیب ہو  
گردوں کی طرح رنگ بدلنا نصیب ہو  
زخموں میں دل کے آ کے نکلتا نصیب ہو  
ہر معرکہ میں پھولنا پھلنا نصیب ہو  
آئی ہوئی بلاؤں کا غم رہزनों پہ ہو  
گر ہو تو چشم بد کا اثر دشمنوں پہ ہو

(۱۶۲)

رن میں نگاہِ مست ہر اک فتنہ گر کی ہے  
امیدِ نفعِ حُسن سے دل کو ضرر کی ہے  
ہو تیز اور دھار یہ حسرت جگر کی ہے  
اُٹھتے ہوئے شباب پہ دہشتِ نظر کی ہے  
ہوں کچھ اثرِ حفاظتِ ربِّ جلیل کے  
تعویذ ہوں گلے میں پر جبریل کے

(۱۶۳)

آفت تھا اُن اُپی ہوئی تیغوں کا رن میں رنگ  
جتنا نہائیں خون میں اُتنی بڑھے امنگ  
فوجیں لہو بھرے ہوئے رخ سے ہوئیں ہیں دنگ  
جوڑا شہانا اور بھی آفت تھا وقتِ جنگ  
لشکر میں تہلکہ تھا زرِ جاں کی لوٹ سے  
کوسوں زمین سرخ تھی چہروں کی چھوٹ سے

(۱۶۴)

کثرت وہ جوہروں کی وہ اونچے قدوں کا خم  
بہکی ہوئی وہ چالِ اداؤں کا وہ ستم  
تن کر ہزار بار چلیں اور پھریں نہ دم  
دل پر ہو جن کا نقش وہ سمجھے ہوئے قدم  
گردوں پہ جائیں یا سر گاؤں زمیں چلیں  
پڑتی تھی دل پہ چوٹ قدم کی کہیں چلیں

(۱۶۵)

ذاتی اصالتیں تھیں ہر اک تیغ کو بہم  
وہ جوہروں کی بکھری ہوئی زلف جن میں خم  
نیلا تنوں کا رنگ نمایاں بسانِ سم  
آفت کی دھار، قہر کا پانی، بلا کا دم  
دل پر نہ کوئی راہ کی دوری کا غم لیا  
کشتیِ دل کو تا بہ عدم لا کے دم لیا

(۱۶۶)

وہ تیغیں جن کا اہلِ شجاعت میں اعتبار  
عالم میں تھیں جو احمدؑ و حیدرؑ کی یادگار  
دونوں کو اپنی اپنی جگہ تھا یہ افتخار  
رکھتے ہیں ہم خدا کی خدائی کا اختیار  
رن میں سپاہِ تن کے شراروں سے جلتی جائے  
دنیا پلٹتی جائے جو کروٹ بدلتی جائے

(۱۶۷)

اُن میں سے ایک تیغ یہ کہتی تھی بار بار  
مانے ہوئے ہے میری اصالت کو روزگار  
خیبر میں جو چلی ہے وہی ہوں میں ذوالفقار  
گر ہو نہ قصہ ہائے روانی کا اعتبار  
پہناں صلے نہیں ہیں خدائے جلیل کے  
دفتر کھلے ہوئے ہیں پر جبریل کے

(۱۶۸)

لے آیا جب فلک کی بلندی سے تن کا نور  
اُس دن سے پھر رہی نہ میں حق کے ولی سے دور  
خندق سے جب تھا لشکر اسلام کا مرور  
رخ کی ضیا کے ساتھ تھی مانند برق طور  
حد کی سبک میں دیدہ اہل نظر میں تھی  
جبریل کے پروں پہ علی کے کمر میں تھی

(۱۶۹)

خیبر سے مرتبہ ہوا عالم پر آشکار  
مرحب کے قتل سے ہوں نمودار و نامدار  
جبریل کے پروں پہ جو پہنچا علی کا وار  
اس دن سے اور بڑھ گیا تیغوں میں اعتبار  
روح الامیں کے لطف سے مانوس ہو گئی  
جوہر کے فیض سے پر طاؤس ہو گئی

(۱۷۰)

آیا علی کو غیظ تو دنیا بدل گئی  
تلوار وقت جنگ ہزاروں سے چل گئی  
جس صف پہ تیغ لے کے چلے منہ کے بل گئی  
تھی اک مہیں جو غیظ سے بچ کر نکل گئی  
وقت و غا دلوں پہ ہیں سستے دلیر کے  
کس نے امان پائی ہے پنچہ سے شیر کے

(۱۷۱)

مارا اُنہیں جری تھے جو عالم کے تیغ زن  
ہنگام غیظ سرخ تھا کوسوں لہو سے بن  
عالم میں کون ہے اسد حق سا صف شکن  
کاغذ کی طرح چاک کئے ظالموں کے تن  
جب آگئی میں ہاتھ میں کھینچ کر دلیر کے  
کچھ اور آب آگئی ناخن میں شیر کے

(۱۷۲)

میدیاں میں ذوالفقار کی سن سن کے یہ صدا  
کہتی تھی ہنس کے تیغ علمدار باوفا  
ہوتی ہے اپنے منہ سے کب اپنی کوئی ثنا  
مجھ سے سنو روانی شمشیر مرتضیٰ  
دو دل یہ وہ ہیں جن کو تمنا تھی ساتھ کی  
دو قبضوں پر بٹی ہوئی طاقت تھی ہاتھ کی

(۱۷۳)

حاصل مجھے بھی ہے شرف دست شیر حق  
میں بھی پڑھے ہوئے ہوں رسالوں کا ہر ورق  
انساں تو کیا برش سے دل کوہ تک ہے شق  
میں جب چلی زمین کے کانپا کئے طبق  
شرمندہ سیلِ خوں سے کیا رودِ نیل کو  
کرتی رہے تلاش پر جبریل کو

(۱۷۴)

پہناں جو مجھ میں تھی غرض شاہ لا فتا  
اکثر لڑائیوں میں لیا امتحاں مرا  
تقدیر لائی تاحد پہلوئے مرتضیٰ  
تھی جس میں ذوالفقار ملی بخت سے وہ جا  
ناز اس پہ تھا چنی ہوئی دست علی کی تھی  
خالق کی تھی وہ تیغ میں حق کے ولی کی تھی

(۱۷۵)

برسوں یونہیں رہی نظر لطف مرتضیٰ  
پیدا ہوئے جو حضرت عباسؑ با وفا  
جب پانچویں برس کی نظر آئی ابتدا  
پھرنے لگی نگاہ میں تصویر کربلا  
اشکوں سے منہ ملال میں دھویا کئے علیؑ  
مجھ کو کمر میں باندھ کے رویا کئے علیؑ

(۱۷۶)

میں اور ذوالفقار ہوں اس دن سے ایک ذات  
مجھ سے نہاں نہیں ہیں لڑائی کے واقعات  
کھایا کئے ہیں خوف زمانے کے ذی حیات  
ہم جب چلے جہاد میں دن کر دئے ہیں رات  
دم میں زمین جنگ کا طبقہ اُلٹ گیا  
برہم اگر ہوئے تو زمانہ پلٹ گیا

(۱۷۷)

جب تک رہا زمانہ محبوب کبریا  
میدان میں ذوالفقار تھی اور لشکرِ جفا  
دستِ علیؑ پہ جنگ میں قبضہ اسی کا تھا  
دل پر اسی کی ضرب کے سکتے تھے جا بجا  
کھلتے رہیں ہیں گل چمن روزگار کے  
اتنے دنوں میں ساتھ نہ تھی ذوالفقار کے

(۱۷۸)

ہوں میں وغائے خیر و خندق سے بے خبر  
جب تک نہ تھے جہان میں عباسؑ نامور  
صفین کے جہاد کا مجھ سے سنو اثر  
نکلی تھی وقت جنگ یہی تیغِ شعلہ ور  
تھی اختیارِ فاتحِ بدر و حنین میں  
ہے آج تیغِ تیز جو دستِ حسینؑ میں

(۱۷۹)

صفین میں چلی تھی جو یہ تیغِ شعلہ ور  
میدان میں شام و روم کے حیراں تھے نامور  
کیا تذکرہ ہو دھار کا ہنگام شور و شر  
کر دیں ہوئے تیغ نے فوجیں ادھر ادھر  
نامی جو پہلوں تھے وہ خواہاں گور تھے  
لشکر میں ذوالفقار کی طاقت کے شور تھے

(۱۸۰)

اتنا تو میں سنے ہوئے خیر کا ہوں اثر  
لڑنے چلا جو واقفِ اسرار خشک و تر  
تیزیٰ ذوالفقار سے مرحب تھا باخبر  
جس ضرب سے لرز گئے روح الامیں کے پر  
اللہ رے ظرفِ قوتِ قلبِ حسام کا  
رگ رگ میں زور لے کے چلی تھی امام کا

(۱۸۱)

صفین کے پرے تھے جو جرأت کے رنگ میں  
عباسؑ بھی شریک تھے اس وقتِ تنگ میں  
نو دس برس کا سن بھی بھرا تھا امنگ میں  
تھا میرا شاہزادہ عالم بھی جنگ میں  
غیظِ علیؑ سے شانِ خدا دیکھتی رہی  
میں بھی کسی کمر میں وغا دیکھتی رہی

(۱۸۲)

غیظِ علیؑ سے کروٹیں لیتا تھا آسمان  
پائی شکست اُنہوں نے جو نامی تھے پہلوں  
آئی بلا سروں پہ تم آئے جہاں جہاں  
لائی ہے ذوالفقار کی تیزی کہاں کہاں  
دیکھو وہی ہو تم وہی دشتِ وغا میں ہم  
آئے ہیں فتح پائے ہوئے کربلا میں ہم

(۱۸۳)

توڑے گا جو شریعتِ احمدؐ کا بندوبست  
کہلائیں گے وہ خلق میں عاداتِ قلبِ مست  
خوش ہوں گے گھرا جاؤں کے خالق کا بت پرست  
نازاں یہاں کرے گی تمہیں ظاہری شکست

جس بات پر ہٹ آئی ہو اس میں بقا رہے  
عالم میں ہم ہوں یا نہ ہوں دینِ خدا رہے

(۱۸۴)

بھولے نہ ہوں گے شیرِ الہی کے فن کی چھوٹ  
صفین سے رہے گی قیامت تک یہ پھوٹ  
اسلام کو رُلائے گی سیدانیوں کی لوٹ  
تم کہنا ہم کو فتح ملی ہم کہیں گے جھوٹ  
احساں ہے ذریعہٴ علیؑ و بتولؑ کا  
جب تک ازاں میں نام رہے گا رسولؐ کا

(۱۸۵)

میدان میں لڑ رہے تھے دل و جان بو ترابؑ  
ان کا نہ تھا نظیر نہ اُن کا کوئی جواب  
اک سمت حملہ ور تھے شبِ آسمانِ جناب  
تڑپا رہا تھا دل کہیں عباسؑ کا شباب  
بچتا نہ تھا جری وہ، جسے دیکھ پاتے تھے  
ایسے منجے تھے ہاتھ جو خالی نہ جاتے تھے

(۱۸۶)

دو حملہ ور دلیر تھے اور دشتِ کارزار  
دو سمت فوجِ ظلم میں تھا حشرِ آشکار  
اُٹھتا تھا دو طرف کا لرزتا ہوا غبار  
دو شیرِ گرسنہ کی ہر اک سمت تھی پکار  
دو بازوؤں پہ ناز تھا ربِّ جلیل کو  
دو تیغیں ڈھونڈھتی تھیں پر جبریلؑ کو

(۱۸۷)

دونوں جری ہیں ماہر فن سپہ گری  
بس میں ہر اک کے تھی صفِ لشکر کی ابتری  
دو شیر ہیں نہنگِ محیطِ دلاوری  
دونوں میں ہے بٹا ہوا زورِ غضنفری

غازی ہیں، نامور ہیں، جری ہیں، دلیر ہیں  
دو پیشہ ہنرِ الہی کے شیر ہیں

(۱۸۹)

اللہ ری و غائے جگر گوشہٴ بتولؑ  
ہر وار پر تھے دو تن اعدا کے عرض و طول  
میدان میں تین طرح کی تھیں قوتیں حصول  
خالق کا زور، زورِ علیؑ، قوتِ رسولؐ  
ہر ضربِ تربیت کی ہے شہرت لئے ہوئے  
گودی میں آج تک ہے نبوت لئے ہوئے

(۱۹۰)

آفت کئے تھا بازوئے شاہِ ہدا کا زور  
تھا پست جس کے سامنے فوجِ جفا کا زور  
بتلا رہا تھا لختِ دلِ مرتضیٰ کا زور  
پایا ہے میں نے ارث میں دستِ خدا کا زور  
رن میں لڑے گی فوجِ وہ کیا جس میں دم نہیں  
میری و غا کو زورِ امامت کا کم نہیں

(۱۹۱)

تیغیں وہ صاف صاف ہو آئینہ جس سے دنگ  
اک کے شباب اک کے بڑھاپے کی وہ امنگ  
دونوں طرف وہ جوش وہ انگڑائیوں کا رنگ  
فوجوں کا وہ ہجوم وہ دو بھائیوں کی جنگ  
دل ضربتوں کا رن میں اثر لیتا جاتا تھا  
اک دوسرے کو داد و غنا دیتا جاتا تھا

(۱۹۲)

جھک جھک کے تیغیں ڈھونڈتی تھیں رن میں کھوکھلے  
 اعدا کے خوں سے لال تھے دامن بھگو کے عکس  
 جب چاہا صاف ہو گئے چہروں کو دھوکے عکس  
 آپس کا لطف دیتے تھے نزدیک ہو کے عکس  
 زخموں میں آ کے دل کی کلی کھلتی جاتی تھی  
 اک دوسرے کی تیغ گلے ملتی جاتی تھی

(۱۹۳)

دو شیر محو جنگ تھے مابین رزم گاہ  
 بچتی نہ تھی ادھر نہ ادھر شام کی سپاہ  
 بے جاں دیئے ہوئے کہیں ملتی نہ تھی پناہ  
 تیغیں تھیں رن میں بھاگنے والوں کی سدراہ  
 ہر نالہ زخم کا لب فریاد تک گیا  
 نکلا جو صف سے وہ عدم آباد تک گیا

(۱۹۴)

یوں لڑ رہے تھے شاہ و علمدار ذی حشم  
 آپس میں ہو رہے تھے اشارے یہ دمبدم  
 اب اپنے اپنے بس میں کرو لشکرِ ستم  
 دریا پہ تم چلو سوئے کوفہ رواں ہوں ہم  
 مارو سپاہ ظلم کو میداں میں گھیر کے  
 فوجیں نکلنے پائیں نہ پنجوں سے شیر کے

(۱۹۵)

پایا جو یہ اشارہ چشمِ امام دیں  
 کی عرض منتشر ابھی ہوگی سپاہ کیں  
 اُلٹی یہ کہہ کے غیظ میں کہنی تک آستیں  
 ہوتے ہی سرخ آنکھ کے ہلنے لگی زمین  
 قوت بڑھی کچھ اور لڑائی کے شوق میں  
 جھپٹا سپہ پہ شیر ترائی کے شوق میں

(۱۹۶)

برہم ادھر کچھ اور ہوئے شاہِ مشرقین  
 زورِ ید اللہ ہی سے بڑھے فوج پر حسین  
 بگڑا ہوا جو تھا پسر فاتحِ حنین  
 تھی کروٹوں میں تیغ کی دنیا کی زیب و زین  
 تھا سرخ رنگِ دامنِ نصف النہار کا  
 آشوبِ چشمِ دہر تھا خوں ذوالفقار کا

(۱۹۷)

دو دل نے مل کے دشت میں بدلا وغا کا رنگ  
 دو تیغیں اور لشکرِ اعدا کے قلبِ تنگ  
 دو غازیوں کے دل کی وہ بڑھتی ہوئی امنگ  
 دو دھاریں وہ اپنی ہوئی دونوں طرف وہ جنگ  
 جو وار سر تک آ گیا اک حشر کر گیا  
 جو ہاتھ پڑ گیا وہ زمیں تک اُتر گیا

(۱۹۸)

بگڑے ہوئے جو تھے اسد اللہ کے پسر  
 اک تہلکہ کئے تھی ہر اک تیغِ شعلہ ور  
 بچتے نہ تھے سوار و پیادہ ادھر ادھر  
 سرکٹ کے گر رہے تھے برابر زمین پر  
 چھوٹے تھے دم کی طرح وغا کے فنون بھی  
 تن کی طرح سے کروٹیں لیتا تھا خون بھی

(۱۹۹)

صفِ اُف رے انتشار کہیں کی کہیں پہ تھی  
 تحریرِ نامرادیِ قسمت جہیں پہ تھی  
 پیشانیوں کی مٹ کے شکن آستیں پہ تھی  
 حسرتِ بلا کی ہر نگہ واپس پہ تھی  
 کیا جلد زندگی کا زمانہ بدل گیا  
 امیدِ فتحِ دل میں رہی دم نکل گیا

(۲۰۰)

آفت کا انتشار تھا مابین کارزار  
گھوڑوں کی دوڑ دھوپ سے پس پس گئے سوار  
میدان میں چل رہی تھی ہراک تیغ شعلہ بار  
دو ہو رہا تھا تن کی طرح بیچ کا غبار  
جب کوئی تیغ چل کے نکلتی تھی فوج سے  
ذرے لہو بھرے ہوئے گرتے تھے اوج سے

(۲۰۱)

مشکل وہ جاں کنی کی وہ گہرے جگر کے گھاؤ  
وہ بجلیوں کا کوندنا وہ فوج کا جماؤ  
وہ باد تند و تیز وہ تیغوں کی آؤ جاؤ  
میدان میں اڑ گئے تھے کہیں سے کہیں پڑاؤ  
بربادیاں نثار تھیں لشکر کے جوش پر  
خیمے کھنچے ہوئے تھے ہواؤں کے دوش پر

(۲۰۲)

بے حد جری تھے جان و دل ضیغِ الہ  
تن ذرہ ہائے خاک کی صورت کئے تباہ  
رن میں ہجوم فوج سمیٹا بعزّ و جاہ  
دو ٹکڑے ہو کے بٹ گئی دونوں طرف سپاہ  
مولا سپہ جو جادہ صحرا پہ لے چلے  
عباس فوج شام کو دریا پہ لے چلے

(۲۰۳)

تھی دیدنی تباہی افواجِ روم و شام  
دو غازیوں کے ساتھ تھا لاکھوں کا اژدہام  
دو تیغیں وقتِ جنگ تھیں مشغول اہتمام  
دو افسروں کے ہاتھ میں تھا کوچ اور مقام  
عالم عجیب وقتِ وغا فوج کیوں کے تھے  
سردار تھے کہیں کے سپاہی کہیں کے تھے

(۲۰۴)

یہ لشکر یزید میں برپا ہے شور و شر  
میدان سے فوج لے کے علیٰ کے چلے پسر  
بس میں روا روی کے ابھی ہے ہراک بشر  
دیں گے جہاں یہ حکم کھلے گی وہاں کمر  
یہ سب پرے مطیع ہیں دو بادشاہ کے  
بتلا رہے تھے اڑ کے پھریرے سپاہ کے

(۲۰۵)

باجوں کے دل پہ بھی تھا اثر رزم گاہ کا  
کہتے تھے طبلِ جنگ ارادہ سپاہ کا  
قرنا کی تھی صدا کہ رہے دھیان راہ کا  
فوجیں کسی کی، حکم کسی بادشاہ کا  
دف اُلٹے بج رہے تھے ہراک کینہ خواہ کے  
نامِ حسین لیتے تھے ڈنکے سپاہ کے

(۲۰۶)

تھے دوسرے ہجوم کے عباس حکمراں  
فوجیں وہیں پہ چلتی تھیں کہہ دیتے تھے جہاں  
تھی سمت بحرِ چشمِ غضبِ ناک سے عیاں  
مڑتی ہوئی نگاہ کے قبضہ میں تھے نشان  
ممکن نہ تھا جو تھم سکیں جادوں پہ راہ کے  
تھے پاؤں اختیار میں جنگی سپاہ کے

(۲۰۷)

اک عالم سکوت میں تھا لشکر گراں  
لاشوں کی طرح ہو گئیں روئیں رواں دواں  
سینانیوں کی بند تھی میدان میں فغاں  
ڈنکا بجا رہی تھی حسامِ شرر فشاں  
برہم پسر ہے فاتحِ بدر و حنین کا  
میر سپہ ہے قوتِ بازو حسین کا



(۲۰۸)

خاک اُڑ رہی تھی تیز جو تھے رن میں راہوار  
پیدل کچل رہے تھے گرے پڑتے تھے سوار  
یوں جا رہا تھا نہر پہ حیدر کا یادگار  
فوج ستم تھی بیچ میں چاروں طرف غبار  
اتنا نشان گرد میں ملتا ہے راہ کا  
پنچہ چمک رہا ہے حسینیؑ سپاہ کا

(۲۰۹)

اللہ کیا جبری تھے دل و جان بوترا ب  
دونوں کے بس میں تھی سپہ خانماں خراب  
یوں جا رہے تھے فوج لئے وقت انقلاب  
اک دوسرے کی تیغ کا دیتا ہوا جواب  
قائم رہے جہاد یہ تھی دین کی صدا  
دونوں طرف سے آتی تھی تحسین کی صدا

ساقی نامہ (۲۱۰)

لاکھوں سے جنگ اس پہ نہ دہشت نہ غم نہ یاس  
ہر ضرب وہ منجی ہوئی، حملے وہ باحواس  
وہ اپنی اپنی فوج وہ ہمت وہ بے ہراس  
وہ دوپہر کا وقت وہ سولہ پہر کی پیاس  
جلتی ہوئی زمین سے بالو پہ روپ ہے  
اُڑتا ہوا دھواں ہے قیامت کی دھوپ ہے

(۲۱۱)

دل کی تپش سے وقت و غا گرم ہیں مزاج  
برسوں کی انقلاب نما حدتیں ہیں آج  
کانٹوں کے اختیار میں ہے پیاس کا علاج  
ساقی کہیں ہے مئے کہیں پانی کی احتیاج  
سمجھوں گا راز گر تپش دل عیاں نہ ہو  
بیکار وہ شراب ہے جس میں دھواں نہ ہو

(۲۱۲)

سمجھوں عبث ملے جو مجھے چشمہ حیات  
وابستہ امید ہے دنیا میں میری ذات  
سُن مجھ سے کربلا کی لڑائی کے واقعات  
کوثر اُدھر ہے، میں ہوں ادھر، بیچ میں فرات  
جھک کر سمند حرص کے پاؤں کو پے کرے  
جنت وہ لے جو پیاس کی منزل کو طے کرے

(۲۱۳)

چھپٹا ہے شیر فوج پہ جرّار کی طرح  
رایت لئے ہے حیدر کرار کی طرح  
ہے دوش پر نشان کسی سرشار کی طرح  
جاتا ہے جھومتا ہوا میخوار کی طرح  
ضو میں جو سرخ رنگ ہے بے حد ستم کا ہے  
ڈوبا ہوا شراب میں پنچہ علم کا ہے

(۲۱۴)

مئے دوستوں کو شہد ہے دشمن کو زہر ہے  
رحمت کہیں خدا کی، کہیں حق کا قہر ہے  
کیا جانے کتنا جوش پہ جنت کی نہر ہے  
آئینہ علم میں وہ کوثر کی لہر ہے  
نشہ ہے مئے کا دھوپ ہے یا آفتاب کی  
اتنی بلند ہو گئیں موجیں شراب کی

(۲۱۵)

اللہ ری سعی جنگِ علمدارِ نامور  
لے آئے ہیں بھگاتے ہوئے رن سے فوج شر  
ہے قرب نہر ساقی تسنیم کا پسر  
چہرہ وہ لال لال وہ ماتھا عرق سے تر  
پر نور رخ نے رنگ اُڑائے ہیں دور کے  
قطرے ٹپک رہے ہیں شراب طہور کے

(۲۱۶)

تاویل کا محل نہ یہاں ہے مقام غور  
ایماں کی میکشی کے نرالے ہیں سب سے طور  
اس میں کوئی گھڑی ہے نہ ہے وقت کوئی اور  
ہو لے جو دوپہر تو چلے ساغروں کا دور  
کی ہے تپش پسند خدائے قدیر نے  
سکھلا دیا ہے محفلِ روزِ غدیر نے

(۲۱۷)

دوشِ ہوائے گرم پہ اُڑتی ہوئی وہ خاک  
وہ وحی کا نزول، وہ دل تیغِ غم سے چاک  
وہ وادیِ غدیر، وہ احمدؑ کا انہماک  
تبلیغ کا وہ حکم، وہ صحرائے ہولناک  
دشمن بھی ساتھ ساتھ ہیں احباب کی طرح  
ذرے بچھے ہیں قائم و سنبال کی طرح

(۲۱۸)

ساقی سبھی ہے بزمِ ترے اعتبار پر  
قابو نہیں تپش سے دلِ بے قرار پر  
ہے رنگِ مئےِ بلندیِ چشمِ خمار پر  
محفل کا آفتاب ہے نصفِ النہار پر  
دن کٹ نہ جائے وادیِ خمِ غدیر کا  
صدقہ کوئی ملے گا جنابِ امیرؑ کا

(۲۱۹)

مشتاقِ گفتگو کے صغیر و کبیر ہیں  
منبر پہ بادشاہِ بشیر و نذیر ہیں  
مولّا نبی کی طرح شہِ قلعہ گیر ہیں  
ہاتھوں پہ مصطفیٰ کے جنابِ امیرؑ ہیں  
دیکھے ترقیاں کوئی زوجِ بتول کی  
معراج ہے بلندیِ دستِ رسولؐ کی

(۲۲۰)

دل ہے کہیں جو ہم تری بزمِ عطا میں ہیں  
پہنچے ہوئے یہ سلسلے دشتِ وفا میں ہیں  
نورِ خدا کئے نگہِ مدعا میں ہیں  
دو بھائی ہیں غدیر میں دو کربلا میں ہیں  
عباسؑ کا ہو ذکر کہ جانِ بتولؑ کا  
حیدرؑ کا نام لے کے پیوں، یا رسولؐ کا

(۲۲۱)

ہو دوہری دوہری بزمِ جوہوں دوہرے دوہرے جام  
ساقی کے نورِ عین ہیں دو اور فوجِ شام  
دونوں کے مرتبے میں کسی کو نہیں کلام  
بیٹا کوئی امامؑ کا اور خود کوئی امامؑ  
جوشِ ولائے ساقی کوثر کا شور ہو  
نشہ میں دو اماموں کی قوت کا زور ہو

(۲۲۲)

تو اس خوشی میں سوچ نہ انجام ساقیا  
بیتاب ہے بہت دلِ ناکام ساقیا  
ہوگا عطائے مئے سے ترا نام ساقیا  
دیتے ہیں کیف چھوٹے بڑے جام ساقیا  
یہ عکس جن میں ہو انہیں جاموں پہ ہاتھ ہو  
عباسؑ اور حسینؑ کی تصویر ساتھ ہو

(۲۲۳)

دے جلد مئے کہ جوشِ طبیعت کا گھٹ نہ جائے  
ڈر ہے کہیں شرابِ محبت کی بٹ نہ جائے  
دل تیرا بار بار عطاؤں سے ہٹ نہ جائے  
دہشت ہے مجھ کو مئے کا کہیں رنگ کٹ نہ جائے  
غل ہے تری حسام کا افواجِ شام میں  
ساقی وہ ذوالفقار چمکتی ہے جام میں

(۲۲۴)

کی ہے تری خوشی کی یہ تدبیر ساقیا  
پیشِ نظر ہے جذب کی تاثیر ساقیا  
کھینچی علم کی جام نے تصویر ساقیا  
دیکھی و غائے بازوئے شبیر ساقیا

جان اپنی دی سپاہ نے آپس کی پھوٹ سے  
دھانی ہوئی شراب پھریرے کی چھوٹ سے

(۲۲۵)

عباسؑ کے ہے حسن کی تاثیر یا نہیں  
ساقی ہے جام میں تری تنویر یا نہیں  
آئی پسندِ عکس کی تدبیر یا نہیں  
کیوں ہے ترے شباب کی تصویر یا نہیں

وقت عطاءئے مئے ترا فرزند ساتھ ہے  
عباسؑ کا یہ ہاتھ ہے، یا تیرا ہاتھ ہے

(۲۲۶)

کیا کام دے گی موج کوئی رودنیل کی  
خواہش ہے دل کو رحمتِ رب جلیل کی  
لائی ہے قربِ نہر ہوسِ سلسبیل کی  
آئی ہوئے سرد پر جبریلؑ کی

حسرت اسے بھی ہے دلِ ناکام کی طرح  
منہ مشک کا کھلا ہوا ہے جام کی طرح

(۲۲۷)

نشہ میں ساقیا ہیں اثرِ مشرقین کے  
ساغر میں تیرے رنگ ہیں جنت کی زین کے  
لب خشک ہیں عطش سے ترے نورِ عین کے  
پیاسے ہیں تین روز سے بچے حسینؑ کے

حسرت ہے اس کی کوششِ دل کوئی کام دے  
بھر جائے جس سے مشکِ سکینہ وہ جام دے

(۲۲۸)

بچوں کا قلب کھنچ کے لبوں تک فغاں سے آئے  
پانی طلب پہ بھی نہ سپاہِ گراں سے آئے  
جلتی ہوئی زمین پہ کوثرِ جناں سے آئے  
ساقی ہوئے سردِ بہشتی کہاں سے آئے

دے گر کسی کو جام تو پیاسوں کا نام لے  
سیدانیوں کی ڈوبتی کشتی کو تھام لے

(۲۲۹)

کوئی صدا یہ آتی ہے خیمہ سے بار بار  
مشکِ سکینہ نہر سے بھر لا ترے نثار  
قابل ہے اب تو رحم کے بچوں کا حال زار  
پانی کسی کے پاس تو ہو وقتِ احتضار

دشمن ہوئے ہیں جمعِ شہِ مشرقین کے  
بن موت جان دیتے ہیں بچے حسینؑ کے

(۳۳۰)

کہنا کبھی کنیز سے یہ دل کا مدعا  
فضہ نکل کے خیمہ سے باہر خبر تو لا  
عباسؑ کس طرف ہیں کہاں سبطِ مصطفیٰ  
دو دن کی تشنگی میں دلیروں نے کیا کیا

کچھ کیفیت بتا تو ہر اک تشنہ کام کی  
سنتی ہوں فتح پائی ہے فوجوں پہ شام کی

(۳۳۱)

دل کی یہ آرزو ہے کہ وہ دن خدا دکھائے  
سقا حرم کا نہر سے مشکیزہ بھر کے لائے  
خیمہ میں فوج دیں کا علمِ خیریت سے آئے  
چھوٹی بہو علیؑ کی نہ وارث کا غم اٹھائے

غربت میں دور رنج و الم کی بلا رہے  
بھانج مری جہاں میں سہاگن سدا رہے

(۳۳۲)

عہد طفولیت سے یہ شیدا وفا کا ہے  
نور نگاہ و لخت جگر مرتضیٰ کا ہے  
بچپن سے شوق میرے جری کو وفا کا ہے  
میں خوب جانتی ہوں کہ غصہ بلا کا ہے  
کی یوں تلاش آب میں کوشش دلیر نے  
فوجوں سے لے لیا ہے ترائی کو شیر نے

(۳۳۳)

ہوں کم جو فوج ظلم کی ایسی نہیں جفائیں  
دل پر وہ میری تشنہ دہانی کا غم نہ پائیں  
میں رخ کی لوں بلائیں جو صورت مجھے دکھائیں  
جلدی کہیں حسینؑ کے ہمراہ گھر میں آئیں  
یا رب نہ ہو یہ حملہ آخر دلیر کا  
جانا لب فرات مبارک ہو شیر کا

(۳۳۴)

بے انتہا ہے کثرت افواج بد شعار  
قرباں بہن ہو فوج مخالف سے ہوشیار  
اک دوسرے کا ہو نگراں وقت کارزار  
فضہؑ بتا تو کچھ خبر شاہ نامدار  
پہناں ہیں واقعاتِ شہِ مشرقین بھی  
بھائی کے ساتھ نہر پہ ہیں کیا حسینؑ بھی

(۳۳۵)

فضہؑ نے سوئے دشت نظر کر کے یہ کہا  
دریا سے مشک بھر چکے عباسؑ با وفا  
کوفہ کو فوج لے گئے سلطان کربلا  
حیدر کا شیر نہر پہ تنہا ہے میں فدا  
رن میں مقابلہ ہے ہر اک کینہ خواہ سے  
تلوار چل رہی ہے برابر سپاہ سے

(۳۳۶)

تنہا پہ بے وطن پہ ہے انبوہ فوج شام  
بی بی قریب نہر ہے لاکھوں کا اژدہام  
غازی کے آس پاس چمکتی ہے ہر حسام  
صدقہ گئی تمام ہیں عباسؑ نیک نام  
ظالم جری پہ کر کے ستم پیچھے ہٹ گئے  
تلواریں بازوؤں پہ پڑیں ہاتھ کٹ گئے

(۳۳۷)

بے حد لہو کے بہنے سے جاتی رہی امنگ  
اب تو وفا کا دشت میں بگڑا ہوا ہے رنگ  
کام آئی کوئی سعی نہ غازی کی وقت جنگ  
ہے ہے غضب ہوا وہ پڑا مشک پر خدنگ  
ارمان تا خیام پہنچنے کا رہ گیا  
لونڈی نثار مشک کا پانی بھی بہہ گیا

(۳۳۸)

سینے پہ ہاتھ مار کے زینبؑ نے یہ کہا  
کوفہ سے کیا پھرے نہیں مظلوم کربلا  
ہے ہے اب ایسے وقت میں میں کیا کروں بتا  
جاتی ہوں رن میں بہر مدد اوڑھ کر ردا  
جیتی ہوں میں ملال کے کھانے کے واسطے  
کوئی تو ہو جری کے بچانے کے واسطے

(۳۳۹)

کہنا یہ شاہؑ سے کبھی با چشم اشکبار  
بس اب کریں حضور نہ اعدا سے کارزار  
کوفہ سے پھر کے آئیے اے شاہؑ نامدار  
دم بھر میں ختم ہے شہِ مرداں کا یادگار  
زندہ جہاں میں پیاس کا مارا نہیں کوئی  
اس وقت بیکسی میں سہارا نہیں کوئی

(۲۳۹)

زینبؓ نثارِ سبطِ رسولؐ زماں ہیں آپ  
عباسؓ کی دلیریوں کے قدرداں ہیں آپ  
امیدِ بیکسوں کی وہاں ہے جہاں ہیں آپ  
دم توڑتا ہے دشت میں بھائی کہاں ہیں آپ  
بچوں سمیت رن میں مسافر سے چھٹ گئی  
بھائی سفر میں زوجہٗ عباسؓ لٹ گئی

(۲۴۰)

وہ قیدِ فوجِ ظلم، وہ غربت وہ خوردسال  
منجدھار میں وہ ناؤ وہ وارث کا انتقال  
بچوں کا رنج، گھر کے اُجڑ جانے کا ملال  
ماتم کی صف پہ بیٹھ کے کھولے ہیں سر کے ہیں بال  
وہ دیکھنا ہے ہجر جو قسمت دکھائے گی  
ہے اس کا انتظار کہ میت کب آئے گی

(۲۴۱)

سینے میں ہے جو ناخنِ تدبیر کی خراش  
ہوتا ہے دل یتیموں کی باتوں سے پاش پاش  
کہنا یہ ماں سے باپ کی میت کی ہے تلاش  
مل جائے اذن اگر ہمیں لے آئیں گھر میں لاش  
مجبوریاں ہیں دل کی پشیمائیں کئے ہوئے  
بچے کھڑے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے

(۲۴۲)

تھیں اس طرف تو محوِ فغاں زینبؓ حزیں  
کوفہ سے لے کے فوج کو پلٹے امامؑ دیں  
آئی نظر یہ حالتِ عباسؓ مہ جبیں  
دم توڑتا ہے قوتِ بازو سرِ زمیں  
ہیں پہلوؤں میں ظلم کے نیزے گڑے ہوئے  
بالیں پہ ہیں ستم کے رسالے کھڑے ہوئے

(۲۴۳)

جھپٹے یہ حال دیکھ کے دریا کی سمت شاہ  
حملے سے شاہ دیں کے فراری ہوئی سپاہ  
آواز دی کہ اے خلفِ ضیغم الہ  
تنہا ہو ہم سے چھوٹ کے ریتی پر آہ آہ  
بھائی سنانِ غم جگر و دل میں گر گئی  
دریا کی کتنی جلد لڑائی گبڑ گئی

(۲۴۴)

مغلوب تم سے رن میں ستمگار ہو گئے  
اعدا کا آبِ تیغ میں بیڑا ڈبو گئے  
غربت میں بختِ تشنہ دہانوں کے سو گئے  
دریا پر آئے مشک بھری، قتل ہو گئے  
ٹھنڈی ہوا پسند بہت تھی دلیر کو  
کیا جلد نیند آئی ترائی میں شیر کو

(۲۴۵)

میت کے پاس آئے یہ کہتے ہوئے حسینؑ  
تھارن میں جاں بلب شہِ مرداں کا نور عین  
بیٹھے سرہانے شہ، نہ ملا قلب کو جو چین  
شانہ ہلا کے کہنے لگے شاہِ مشرقین  
دل اور تیغِ ہجر سے مجروح کر گئے  
باقی حیات ہے کہ جہاں سے گذر گئے

(۲۴۶)

اس بڑھنے والے ضعف سے ڈرتے ہیں دل میں ہم  
گر ہوشیار ہو تو کہو حالِ درد و غم  
خوں رو رہی ہے نزع میں زخموں کی چشمِ نم  
بیٹھی ہوئی ہے نبض، اکھڑتا ہوا ہے دم  
روئے گا وہ عزیز ہو یا کوئی غیر ہو  
کہتی ہیں ہچکیاں کہ جوانی کی خیر ہو

(۲۴۷)

تینوں کے زخم دل پہ پڑے ہیں کہاں کہاں  
دل کی جراحتوں نے کیا اور نیم جاں  
ہوتا ہے کروٹوں پہ لہو زخم سے رواں  
پہلو کی کہہ رہی ہے کھٹکتی ہوئی سناں  
بڑھتا ہوا ہے درد مٹائے اثر کو کون  
باقی نہیں ہیں ہاتھ دبائے جگر کو کون

(۲۴۸)

سر پر پڑا ہے زخم تو تکلیف سر میں ہے  
آنکھوں میں تیر درد کی شدت جگر میں ہے  
جو ہونے والی ہے وہ تباہی نظر میں ہے  
بھائی تمہارے ہجر سے کہرام گھر میں ہے  
آواز ہو سکے تو دم اضطراب دو  
زینب سی نامراد بہن کو جواب دو

(۲۴۹)

کانوں تک آئی جب یہ صدائے شہ زماں  
ہشیار غش سے ہو گئے عباسؑ نوجواں  
جنبش ہوئی خفیف سی ہر لب کو ناگہاں  
خم ہو گئے کچھ اور شہنشاہ دو جہاں  
آواز تھی کہ درد جگر کی دوا یہ تھی  
مشتاق دید شاہ ہوں پہلی صدا یہ تھی

(۲۵۰)

پنہاں نگاہ سے جو شہ ارجمند ہے  
کچھ اور اس سے طبع مری دردمند ہے  
ہے وہ لبوں پہ دم جو اذیت پسند ہے  
اک آنکھ میں ہے تیر تو اک خوں سے بند ہے  
قلب و جگر نہ دید شہ دیں کا غم کریں  
آنکھوں سے خوں جو پاک امامؑ ام کریں

(۲۵۱)

رومالِ فاطمہؑ سے ہوا خون رخ جو پاک  
غازی نے آنکھ کھول دی با قلب دردناک  
کی عرض یہ جری نے کہ اُس زندگی پہ خاک  
دیکھے نہ جو حسینؑ کا چہرہ دمِ ہلاک  
پھر غم کہاں کا بخت موافق اگر رہے  
اُکھڑے جو دم حسینؑ کے زانو پہ سر رہے

(۲۵۲)

دو حسرتیں ہیں دل میں مرے اے امامؑ دیں  
پہلی یہ آرزو ہے مری با دلِ حزیں  
لے جائے مجھ کو گھر میں نہ زہراً کا مہ جبین  
شرمندگی یہ وہ ہے کہ مٹنے کی جو نہیں  
تھی فکرِ آبِ شاہِ مدینہ کے واسطے  
سقا بنا تھا بالی سکینہ کے واسطے

(۲۵۳)

چاہا نہ یہ قضا نے کہ وعدہ وفا کروں  
باقی نہیں ہے مشک میں پانی میں کیا کروں  
کچھ اور روئے گی جو عیاں مدعا کروں  
آئیں کہیں حضور میں حق سے دعا کروں  
تحفہ یہ بنتِ شاہِ مدینہ کو بھیج دے  
یا رب تو آبِ سرد سکینہ کو بھیج دے

(۲۵۴)

اور دوسری یہ عرض ہے اے قبلہٴ ام  
سیدانیوں کی ہوگی مری موت وجہِ غم  
ڈوبا ہوا جو خوں میں نظر آئے گا علم  
ہوگا جنابِ زینبؑ و کلثومؑ کو الم  
گھر میں مرے ملال کے سماں کہیں نہ ہوں  
سیدانیوں کے بال پریشان کہیں نہ ہوں



(۲۵۵)

مولاً سے کر رہے تھے ابھی درد دل بیاں  
ناگاہ آئیں نزع میں دو چار ہچکیاں  
زردی لہو بھرے ہوئے رخ پر ہوئی عیاں  
چپ ہو گئے کراہ کے عباسؑ نوجواں  
قدموں پہ سر کو رکھ کے جہاں سے گذر گئے  
انگڑائی شیر کی یہ بتاتی ہے مر گئے

(۲۵۶)

میت گلے لگا کے پکارے یہ شاہ دیں  
انگڑائی تم نے لی تڑپ اٹھا دل حزیں  
جب تک نشاں رہے گا یہ باقی سر زمیں  
ہم یہ کہیں گے شیر کو موت آئی ہے یہیں  
پائے گی جب مکاں سے نشانی مکیں کی  
لے گی نگاہ جھک کے بلائیں زمین کی

(۲۵۷)

چھوڑا اکیلا بھائی کو اے میرے صف شکن  
مقتل میں بعدِ ذبح نہ پائیں گے ہم کفن  
جائے گی شام ہو کے اسیر ستم بہن  
اب ہم ہیں اور دھوپ سے جلتا ہوا ہے بن  
تکلیف دیں گے زخم تن پاش پاش کو  
جنگل سے کون اٹھائے گا بھائی کی لاش کو

(۲۵۸)

ذاخر کہاں تلک یہ رہے گا بیانِ غم  
ہوں گے نہ کم ملالِ شہِ آسماں حشم  
پھر مدحِ شہ کریں گے جو زندہ رہیں گے ہم  
اس غم نے دل کی طرح شکستہ کیا قلم  
رو دیتے ہیں عدو بھی شہِ مشرقین کے  
پتھر کو توڑتے ہیں مصائبِ حسین کے



الحمد لله تمام شد ایس مرثیہ نواز تصنیف  
ذاخر لکھنوی در حالات مولانا ابو عبد اللہ  
الحسین و مولانا ابوالفضل العباس صلوٰۃ اللہ و  
سلامہ علیہما و علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین بہ  
ساعت سی و یک دقیقہ از روز بتاریخ شانزدہم ماہ  
رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۲۲ھ

الحمد لله کتابت ایس مرثیہ نو تمام شد  
بتاریخ بستم و ہفتم ماہ رجب المرجب روز عید  
بعثت ساعت یازدہ و نیم از روز سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ  
از خط ناقص احقر الکونین سید فرزند حسین  
ذاخر الملقب بہ دعبل زمان۔



**Mohd. Alim**

**Proprietor**

**Nukkar Printing & Binding Centre**

26-Shareef Manzil, J. M. Road,

Husainabad, Lucknow-3

0522-2253371, 09839713371

e-mail: nukkar.printers@gmail.com

**التماسِ ترحیم**

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورہ حمز اور تین بار سورہ توحید کی  
تلاوت فرما کر جملہ مومنین مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع و  
حسن جہاں بنت باقر علی خاں کے ارواح کو ایصال فرمائیں۔

**محمد عالم**

**نگر پرنٹنگ اینڈ بائڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ**

## نور ہدایت فاؤنڈیشن میں ”شیعہ نیشن ڈے“

۱۳/۸/۲۰۱۸ھ کو نور ہدایت فاؤنڈیشن میں ”شیعہ نیشن ڈے“ منایا گیا جس میں مضامین نگار حضرات اور شعرائے کرام نے مدح امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد غفران مآب کے کارناموں خصوصاً ہندوستان میں شیعوں کی پہلی نماز جماعت (۱۳/۸/۲۰۱۸ھ اور پہلی نماز جمعہ ۲۷/۸/۲۰۱۸ھ) کے قیام کا ذکر کیا۔ واضح رہے کہ ۱۳/۸/۲۰۱۸ھ سے ہی حضرت غفران مآب نے ہندوستان میں شیعوں کو بحیثیت قوم منوانے کی تحریک شروع کی تھی۔ مقالہ نگار حضرات نے حمہ پروردگار و نعت سرور کائنات کے بعد غیر منقسم ہندوستان میں غفران مآب کا پہلی بار نماز جمعہ کے قائم کرنے کا محققانہ انداز میں تذکرہ کیا۔

### غفران مآب کی تحریک

(۱) اپنے عقائد سمجھو (۲) اپنے مذہبی اعمال بجالاؤ (۳) اپنی مذہبی حیثیت کے اظہار میں تامل نہ کرو۔ یہ ایسی تحریک ہے جسے ہر وقت زندہ رکھنے کی ضرورت ہے اور اسی تحریک نے ہندوستان میں شیعوں کے وجود کو ظاہر کیا۔ بہتر ہے کہ ہم سب ۱۳/۸/۲۰۱۸ھ کو تھوڑے ہی وقت کے لئے سہی ”شیعہ نیشن ڈے“ منائیں اور اس تحریک کو زندہ کریں۔ غفران مآب کی تحریک میں دوسرے مذاہب سے مخاطب نہیں ہت آج بھی اسی طرح اس تحریک کو چلانے کی ضرورت ہے۔

### حضرت غفران مآب کا دیسہ

۱۹/۸/۲۰۱۸ھ / ۱۷ اپریل ۲۰۱۷ء یعنی حضرت غفران مآب کی تاریخ وفات پر مجدد ملت مجبی شریعت آیۃ اللہ العظمی سید دلدار علی نقوی غفران مآب (متوفی ۱۲۳۵ھ) کے ایصال ثواب کے لئے مجلس عزاء سید الشہداء علیہ السلام خود غفران مآب کے بنا کردہ حسینہ میں برپا ہوئی جسے قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب نے خطاب فرمایا۔ مجلس میں کثیر تعداد میں مومنین نے شرکت کی اور اختتام پر حضرت غفران مآب کی ترجیم روح کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی بعدہ وقف امام باڑہ غفران مآب کی جانب سے مومنین کے لئے طعام کا انتظام بھی کیا گیا۔

## بیت المقدس کو اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک کرانے کا اعلان

نیوز ایجنسی ابنا کی رپورٹ کے مطابق فلسطینی علماء کونسل کے ترجمان شیخ محمد صالح الموعود نے ایران کو فلسطینی مزاحمتی تحریک کا سچا اور مخلص حامی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مسئلہ فلسطین کے خلاف عربوں کی سازشوں کا سلسلہ جاری ہے لیکن اس کے باوجود ہم بیت المقدس کو اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک کرائیں گے۔ فلسطینی علماء کونسل کے ترجمان نے کہا کہ عرب حکام نے مسئلہ فلسطین کو بالکل فراموش کر دیا ہے اور وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے بجائے امریکی اشاروں پر ناپا رہے ہیں۔ شیخ محمد صالح الموعود کا کہنا تھا کہ فلسطین کی آزادی کے سلسلے میں اپنے مالی اور اقتصادی وسائل استعمال کرنے کے بجائے وہ شام، عراق، یمن اور بحرین میں اربوں ڈالر خرچ کر کے مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف ہیں۔ فلسطینی علماء کونسل کے ترجمان نے بعض عرب اور مسلمان ممالک کے اسرائیل کے ساتھ سیاسی تعلقات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ بد قسمتی یہی ہے کہ بعض عرب اور مسلمان ممالک نے جان بوجھ کر فلسطین کو اسرائیل کے حوالے کر دیا ہے اور مشرق وسطیٰ میں غاصب اور جعلی اسرائیلی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔

## ایران کے بعض مشرقی صوبوں میں آئے سیلاب سے متاثر افراد سے رہبر انقلاب کا اظہار ہمدردی

نیوز ایجنسی ابنا کے مطابق رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے ایک پیغام جاری کر کے اسلامی جمہوریہ ایران کے مشرقی و مغربی آذربائیجان، اردبیل اور کردستان صوبوں میں بارش اور سیلاب کے نتیجے میں جاں بحق ہونے والے افراد کے اہل خانہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حکام سے کہا ہے کہ وہ فوری طور پر متاثرہ علاقوں میں امداد بہم پہنچائیں۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے اپنے پیغام میں سوگوار اور غمزدہ خاندانوں کو ان کے عزیزوں کے جاں بحق ہونے پر دلی ہمدردی اور تعزیت پیش کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سیلاب میں جاں بحق ہونے والے افراد پر اپنی رحمت اور مغفرت نازل کرے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

صدر مملکت حسن روحانی نے بھی سیلاب متاثرین کو فوری طور پر امداد فراہم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس حوالے سے صدر کی طرف سے خصوصی و فدرالی علاقوں میں پہنچ گیا ہے جبکہ امدادی ٹیمیں بھی متاثرہ علاقوں میں پہنچ گئی ہیں اور امداد رسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ اطلاعات کے مطابق شدید اور مسلسل بارشوں کی وجہ سے علاقے کی ندیوں میں طغیانی آگئی جس کے نتیجے میں متعدد گاڑیاں سیلاب میں بہہ گئیں۔ واضح رہے کہ ایران کے مشرقی و مغربی صوبوں آذربائیجان، کردستان اور اردبیل میں شدید بارشوں اور سیلاب کے نتیجے میں 38 افراد جاں بحق اور 42 افراد لاپتہ ہو گئے ہیں جبکہ بڑے پیمانے پر مالی نقصان بھی ہوا ہے۔ مشرقی اور مغربی آذربائیجان کے عجب اور آذرشہر میں سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔

## یوم شجرکاری کے موقع پر رہبر انقلاب اسلامی نے پودے لگائے

قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے ایران میں یوم شجرکاری کے موقع پر فرمایا ہے کہ جنگلوں اور سرسبز ذخائر کو نقصان پہنچانے والے عناصر اور ٹمبر مافیا کے ہاتھوں سے بچانا چاہئے کیوں کہ یہ لوگ جنگلوں کے ساتھ قومی مفاد کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ ماحولیاتی آلودگی اور دھول جیسے مسائل سے سرسبز ذخائر اور علاقوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ انہوں نے ایرانی جنگلات اور زراعتی اور باغات شعبوں کے حکام کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے متعلقہ شعبوں میں تعمیری کردار ادا کرتے ہوئے ملک میں سرسبز علاقوں کی حفاظت جو ملک کی عظیم دولت ہے، کو یقینی بنائیں۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اس موقع پر ایرانی پھلوں کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے ملک میں پھلوں کی درآمدات پر افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ پھلوں کی درآمدات غلط اقدام ہے اور حکام یاد رکھیں ضروری مواقع کے علاوہ ملک میں پھلوں کی درآمدات نہ کی جائے۔

رہبر انقلاب نے فرمایا کہ درخت اور سبزہ خدا کا دیا ہوا ہونے کا تحفہ ہے جسے دیکھ کر انسان کی طبیعت خوشگوار اور دل کو راحت و سکون محسوس ہوتا ہے اس لئے تمام افراد کو خدا کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔